اس ناول میں شامل ہے ایڈونچر ٹائمز اسکول میگزین کا شمارہ نمبر 4

محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
737
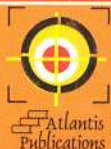
خوف کا سایہ

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کا تازہ ترین ناول

خوف کا سایہ

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

ایک حدیث

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بُزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!" پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!" پھر دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

"نہیں!"

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم!

یہ خوف کا سایہ ہے لیکن آپ فکر نہ کریں پڑھتے وقت آپ خوف محسوس نہیں کریں گے...... سسپنس ضرور محسوس کریں گے اور محسوس کیا کریں گے سسپنس تو آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور آپ اس کی لپیٹ میں کچھ اس طرح آئیں گے کہ خوف محسوس کرنے لگیں گے...... پھر شاید خوف کا سایہ بھی آپ کو اپنی زد میں لے لے...... اس سب کے باوجود یہ خوف اس کا مقدر بنے گا جس نے اس خوف کو خود دعوت دی...... خوف کو دعوت یا خوف کی دعوت، یہ بھی اس ناول کے نام ہو سکتے تھے لیکن زیادہ مناسب خوف کا سایہ ہی لگا لہٰذا آپ اسی کو پسند کر لیں، شکر گزار رہوں گا۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی خوف کی دعوت کی...... خوف کی دعوت دینے والا خود اس خوف کا شکار ہو گیا لیکن آپ کو اس کے شکار ہو جانے پر کوئی غم نہیں ہوگا، بلکہ آپ خوشی محسوس کریں گے۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ زیادہ ہی خوشی محسوس کریں...... اور آخر میں تو آپ چونکے بغیر نہیں رہ سکیں گے...... لیجیے! اس طرح تو میں آپ کو چونکنے کی بھی دعوت بھی دے بیٹھا...... آپ بھی کیا یاد کریں گے اور سوچیں گے...... کہ یہ شخص بھی کس کس چیز کی دعوت دے بیٹھتا ہے...... ہے کوئی تک ...... سوچنے کی دعوت تو میں آپ کو اکثر دیتا ہی رہتا ہوں...... اور ناول پڑھتے وقت آپ سوچ کے طوفانوں میں گھرے بھی رہتے ہیں...... بلکہ سوچ کے سمندر میں غوطے تک کھاتے رہتے ہیں...... لیجیے! میں خوف کے سائے سے آپ کو سوچ کے سمندر تک لے آیا...... اگر یہ دو باتیں جاری رہیں تو نہ جانے اور کہاں کہاں کی آپ کو سیر کرا دوں، اس لئے بہتر یہی کہ آپ مجھے اجازت دے دیں...... جی ہاں! اور کیا...... بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا......

کپڑا اہل رہا ہے

"پتا نہیں کیا بات ہے ... آج میرے دانت کیوں بار بار کھٹے ہو رہے ہیں۔" فاروق کی آواز سنائی دی... اس سے پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔

"بھائی ... صبح صبح بھول رہے ہو ... کان کھڑے ہوتے ہیں، دانت تو بجا کرتے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کس نے منع کیا ہے، تم اپنے دانت بجا لو، کان کھڑے کر لو... میں اپنے دانتوں کو کیا کروں... وہ کھٹے ہو رہے ہیں بس۔"

"محمود! اس سے ٹکر مارنے کا کوئی فائدہ نہیں... اس کی تو ناک بھی کھڑی ہو سکتی ہے... پھر تم کیا کرو گے۔" فرزانہ نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہے کوئی تک ... اتنی سی بات پر بھلا انگارے چبانے کی کیا ضرورت ہے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"بات دراصل یہ ہے محمود کہ یہ جو صبح کی سیر ہوتی ہے نا... موڈ کو خوش گوار کرنے میں اس کا بہت عمل دخل ہے، لیکن فاروق کی باتیں اس سیر کا مزہ

کرکرا کر رہی ہیں۔" فرزانہ جلدی جلدی بولی۔

"افسوس! بات سنی نہیں اور اپنا مزہ کرکرا کرنے لگے... ہے کوئی تک۔"

"اچھا چلو کرو وضاحت... تمہارے دانت کیوں بار بار کھڑے ہو رہے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"کوئی بہت کھٹی چیز کھالی ہوگی۔" فرزانہ بول پڑی۔

"کھٹی چیزوں کی شوقین لڑکیاں ہوتی ہیں۔" فاروق کب چپ رہنے والا تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو... یہ بتاؤ۔"

"آج کی سیر... خطرناک لگ رہی ہے... میرا خیال ہے... یہیں سے لوٹ چلتے ہیں۔"

"ہم معمول سے زیادہ دور تو آ نہیں گئے... ہر روز ہی اس طرف آتے ہیں۔"

"لیکن ہر روز میرے دانت نہیں کھڑے ہوتے... موسم بھی گرمی کا ہے... سردی کا نہیں ہے کہ تم کہتے... یہ کھڑے نہیں ہو رہے... بج رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... چلو یہیں سے واپس چلتے ہیں... تم بھی کیا یاد کرو گے۔" محمود نے کہا اور تائید کے انداز میں فرزانہ کی طرف دیکھا۔

"ہاں! کوئی حرج نہیں... فاروق کے دانتوں کی بات بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔"

وہ واپس مڑے ہی تھے کہ فاروق کی نظر درختوں کے جھنڈ کی

طرف اٹھ گئی... وہاں اسے ایک کپڑا ہلتا نظر آیا:

"ارے باپ رے... وہ... وہ دیکھو... کپڑا ہل رہا ہے۔"

"کپڑا ہل رہا ہے... تو پھر اس سے کیا... کپڑا ہوا سے ہلے گا نہیں تو اور کیا کرے گا۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی... سوال تو یہ ہے کہ یہاں درختوں کے درمیان کپڑا کہاں سے آ گیا..." فاروق جھلا کر بولا۔

"اوہ! ارے ہائیں..." دونوں حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"اب بھی وقت ہے... یہیں سے واپس مڑ چلو... ورنہ کیس پلے پڑا ہی پڑا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"ان کیسوں میں یہی تو بری بات ہے جب دیکھو، پلے پڑ جاتے ہیں۔" محمود بولا۔

"اب جو بھی ہو... دیکھنا تو ہوگا... یہ کپڑا یہاں کیسا ہے۔"

یہ کہتے ہی فرزانہ نے اس طرف قدم اٹھا دیے... محمود اور فاروق نے اس کا ساتھ دیا... تینوں صبح کی سیر کے لیے نکلے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد سیر کے لیے آنا ان کا معمول تھا... راستہ بھی مخصوص تھا... لیکن آج نہ جانے کیوں فاروق کو شروع ہی سے خوف محسوس ہو رہا تھا... اور آخر اس کے خوف نے اس طرف قدم اٹھانے پر انہیں مجبور کر دیا تھا...

نزدیک پہنچ کر وہ دھک سے رہ گئے... وہ کسی خاتون کا دوپٹہ تھا۔ جھاڑیوں میں پھنسا ہوا تھا... اس کا ایک حصہ خون آلود تھا... درختوں کے درمیان نرم زمین پر بھی خون پھیلا ہوا تھا۔ وہاں کئی جوتوں کے نشانات بھی صاف نظر آ رہے تھے... ان میں ایک نشان زنانہ جوتوں کا تھا... باقی مردانہ

جوتوں کے تھے...

"یہ... یہ تو کوئی بہت ہی لرزہ خیز واردات لگتی ہے... یہاں کچھ ظالموں نے کسی خاتون کو خون میں نہلایا ہے... پتا نہیں بے چاری زندہ بھی ہے یا نہیں... لیکن معلوم ہوتا ہے... انہوں نے اسے زندہ نہیں چھوڑا ہوگا۔" محمود نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"ہاں! ایسا ہی لگتا ہے... لیکن لاش کہاں گئی... وہ لاش کو کیوں اٹھا لے گئے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اور اگر وہ لوگ لاش لے گئے تھے تو یہ دوپٹہ یہاں کیوں چھوڑ گئے۔" فاروق بولا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جلدی میں یہ دوپٹہ ساتھ لے جانا بھول گئے۔"

"یہ تو خیر ہوا... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"

"کرنا کیا ہے... لاش کو تلاش کرتے ہیں... یہ قدموں کے نشانات دیکھو... کس طرف جا رہے ہیں..." فرزانہ نے اشارہ کیا۔

قدموں کے نشانات کے مطابق چلتے ہوئے وہ سڑک پر آ گئے اور اس کے بعد نشانات غائب ہو گئے...

"اس کا مطلب ہے... وہ یہاں سے کار میں بیٹھ کر گئے ہیں... آہا... یہ دیکھو... خون کے چند قطرات... مزید روشنی ہونے پر شاید ہمیں کچھ اور قطرات نظر آ جائیں... کیوں نہ ہم انکل اکرام کو فون کریں۔"

"وہ تو کرنا ہوگا۔"

محمود نے سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ڈائل کیے اور اس کی آواز

سنتے ہی بولا:

"انکل... ہماری سیر کے راستے میں ایک ہولناک واردات کے آثار ملے ہیں... آپ کو عملے سمیت آنا پڑے گا۔"

"ارے باپ رے... صبح صبح واردات۔" اکرام گھبرا گیا۔

"جی نہیں... واردات تو خیر رات میں کسی وقت کی گئی ہے... اب تو یہاں بس آثار موجود ہیں۔"

"تو کیا واردات قتل کی ہے۔"

"جی ہاں! امکان اسی بات کا ہے... لیکن لاش غائب ہے۔"

"اچھا میں آرہا ہوں... جگہ بتاؤ۔"

محمود نے جگہ کی نشان دہی کر دی۔ بیس منٹ بعد اکرام عملے سمیت وہاں پہنچ گیا۔

اس جگہ کی، دوپٹے کی اور جوتوں کے نشانات کی سب ہی تصاویر لی گئیں... پھر خون کے قطرات کو دیکھتے ہوئے وہ سڑک پر آ گئے... سڑک پر آتے ہی خون کے قطرات کا سلسلہ یک دم ختم ہو گیا۔

"اس کا مطلب ہے... یہاں ان کی کار کھڑی تھی... وہ لاش کو اس میں لے گئے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں... انہوں نے ایسا کیوں کیا۔"

"اپنے خلاف ثبوت ختم کرنے کے لیے..." محمود نے کہا۔

"کیا خیال ہے... اب چلیں۔" اکرام بولا

"چلنے سے پہلے یہاں ایک دو آدمی مقرر کر جائیں... وہ اس جگہ کی نگرانی کریں... تاکہ یہ نشانات ضائع نہ ہو جائیں۔"

"اب ان کی کیا ضرورت..."

عین اس لمحے اکرام کے فون کی گھنٹی بجی... اس نے فون سنا تو دوسری طرف انسپکٹر جمشید تھے۔

"اکرام... تم اس وقت کہاں ہو... مجھے تم سے بہت ضروری کام ہے۔"

اکرام نے انہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے... وہ سن کر بہت حیران ہوئے اور بولے۔

"اچھا تو پھر تم سب وہیں ٹھہرو... میں آرہا ہوں۔"

اکرام نے مسکرا کر فون بند کر دیا... اور یہ خبر انہیں سنائی۔

"حیرت ہے، کمال ہے... ابا جان بھی آرہے ہیں۔" فاروق بولا۔

"چلو اچھا ہے... وہ اس واردات کے بارے میں بہت کچھ اندازہ لگا لیں گے۔"

پھر آدھ گھنٹے بعد انسپکٹر جمشید اپنی کار سے اتر کر ان کی طرف بڑھے۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ..."

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔"

"تو یہ ہے وہ جگہ......"

"جی ہاں! یہ تو یہی... لیکن ظاہر ہے... اس واردات کا دوسرا حصہ کہیں اور ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے اور اس جگہ کا بغور جائزہ لینے لگے۔

اکرام نے انہیں دوپٹے کے بارے میں بھی بتایا تو وہ چونک اُٹھے:

"اس کو نکال کر پھر اسی طرح جھاڑیوں میں پھنسا دو۔"

"جی... کیا مطلب۔" وہ چونکے۔

"دوپٹہ جس انداز سے جھاڑیوں میں الجھا ہوا تھا... اسی طرح الجھا دو۔"

اکرام نے اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا... وہ اس وقت تک دوپٹے کا پیکٹ بنا چکے تھے... ظاہر ہے، لیبارٹری بھجوایا جانا تھا... انہوں نے اس کو پھر سے جھاڑیوں پر ڈال دیا۔ اب انسپکٹر جمشید پھر سے جائے واردات کا جائزہ لینے لگے... انہوں نے ایک ایک نشان کو غور سے دیکھا... پھر ان سے بولے۔

"ہاں تو حملہ آور کتنے تھے۔"

"جی... کیا مطلب... وہ ایک ساتھ بولے۔

"حملہ آور کتنے تھے۔"

"ہمیں کیا معلوم ابا جان... ہم اس وقت یہاں موجود تو نہیں تھے۔"

"حد ہوگئی... بھئی نشانات دیکھ کر یہ اندازہ قائم کرنا چاہیے تھا... سنو! حملہ آور پانچ تھے... کیونکہ یہاں پانچ جوتوں کے نشانات موجود ہیں... یہ درست ہے کہ انہوں نے کسی عورت کو یہاں شدید زخمی کیا ہے یا جان سے مار ڈالا ہے... زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ جان سے مار ڈالا ہے... اچھا خیر... اب یہ بتاؤ... وہ خاتون کس قسم کی عورت تھی..."

"جی... کیا مطلب... بھلا ہم کس طرح بتا سکتے ہیں۔"

"عقل سے۔" وہ مسکرائے۔

"شاید آج ہم نے اپنی اپنی عقل بیچ کھائی ہے..." محمود بوکھلا اٹھا۔

"بہت بُری بات ہے... عقل بیچ کھانے کی چیز تو ہے ہی نہیں... ایک تعلیم یافتہ شخص کو تو ہر وقت عقل سے کام لینا چاہیے... اچھا خیر میں بتائے دیتا ہوں، وہ ایک دبلی پتلی عورت تھی... دائیں پاؤں میں لنگڑا پن تھا... اور شاید وہ کوئی ملازمت پیشہ عورت تھی... پان کھانے کی شوقین بھی تھی..."

"یہ... یہ سب باتیں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"ایسے کہ یہ ہمارا کام ہے... یہ دیکھو... مردانہ جوتوں کے نشانات کتنے گہرے ہیں... جب کہ اس خاتون کے جوتوں کے نشانات بہت کم گہرے ہیں... اور خاص طور پر دائیں جوتے کا نشان تو بائیں جوتے کے نشان سے کہیں زیادہ ہلکا ہے... اس کا مطلب ہے، وہ دائیں پاؤں پر پورا وزن ڈالنے کے قابل نہیں تھی... یہ بات اس کے لنگڑے پن کو ظاہر کرتی ہے... اگر وہ کوئی بھاری بھرکم عورت ہوتی تو کم از کم اس کے دائیں جوتے کا نشان تو اتنا گہرا ہوتا جتنا کہ مردانہ جوتوں کے نشانات ہیں..."

"چلیے یہ تو خیر ہوا... لیکن آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کوئی ملازمت پیشہ عورت تھی..."

"اس بات کا اندازہ میں نے اس کے دوپٹے سے لگایا..."

"حد ہو گئی ابا جان... جو عورتیں دفتروں میں کام کرتی ہیں... وہ تو کسی بھی قسم کے دوپٹے اوڑھ کر آ سکتی ہیں... دفاتر کے دوپٹے خاص قسم کے تو ہیں نہیں۔"

"بالکل ٹھیک... لیکن یہ بات میں نے دوپٹے کا بغور جائزہ لے کر

معلوم کی ہے... تم نے دوپٹے کو دیکھا تو ضرور لیکن غور سے اس کے ہر حصے کا جائزہ نہیں لیا... یہ دیکھو... اس میں کئی جگہ سرخ اور نیلے رنگ کے باریک باریک دھبے ہیں... ایک جگہ دوپٹے میں سٹیپلر کی پن بھی لگی ہوئی ہے... غالباً وہ چند کاغذات کو پن لگا رہی تھی کہ دوپٹہ درمیان میں آ گیا... عام طور پر گھر میں تو ایسی ضرورت کم ہی پیش آ سکتی ہے... بہرحال اس بات کا امکان ہے... یہ لازمی نہیں کہ وہ ملازم پیشہ ہی ہو۔"

"اور اب رہ گئی... پان کھانے والی بات... اس بارے میں بھی وضاحت کر دیں۔" محمود نے کہا۔

"جب اسے یہاں لایا گیا تو اس وقت بھی اس کے منہ میں پان تھا... غالباً اسے یہاں تک دھوکے سے لایا گیا... کوئی ضرورت اس کے سامنے رکھی ہو گی... شاید اس کے پیشے سے تعلق... وہ بے چاری چلی آئی... اس بات کا زبردست امکان ہے کہ اسے یہاں تک لانے والی کوئی عورت تھی... عورت عورت کے ساتھ بے خوفی کی حالت میں آ سکتی تھی... پانچ مردوں کے ساتھ نہیں... لیکن یہاں آنے پر وہ عورت کار میں ہی رہ گئی... اور اس کے ساتھی پانچ مردوں نے اس خاتون کو نیچے اتار لیا اور اس جھنڈ میں لے آئے... یہاں اس بے چاری کو ہلاک کر دیا گیا... پھر لاش یہاں سے لے گئے... اب اس کی لاش شہر میں کسی جگہ سے ملے گی... لیکن وہاں قتل کے آثار نہیں ہوں گے... اس طرح پولیس قاتل کا سراغ نہیں لگا سکے گی... انہوں نے گاڑی کسی جگہ روک کر لاش کو ڈگی سے نکالا ہو گا اور سڑک کے کنارے لڑھکا دیا گیا ہو گا... خود وہ سڑک سے نیچے نہیں اترے ہوں گے... اب یہ ان کی بدقسمتی اور غلطی کہ دوپٹہ جوں کا توں چھوڑ گئے... شاید ایسا ان سے بدحواسی کی حالت

میں ہوا... اگر وہ دوپٹہ بھی ساتھ لے جاتے تو فاروق کو کپڑا ہلتا نظر نہ آتا اور تم لوگ اس طرف نہ آتے... لیکن لکھا تو ہو کر رہتا ہے... شاید قدرت ان قاتلوں کو بہت جلد سزا دینا چاہتی ہے... صبح کے اخبارات میں اس لاش کے ملنے کی خبر موجود ہوگی... اور اس خاتون کے گھر والوں نے اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں رپورٹ بھی درج کرائی ہوگی... لہٰذا ہم صبح کا انتظار نہیں کریں گے..."

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام سے کہا:

"چلو اکرام شروع ہو جاؤ... معلوم کرو... کسی پولیس اسٹیشن میں کسی خاتون کی گم شدگی کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے یا نہیں... یا ان سے معلوم کرو... شہر میں کہیں سے کسی خاتون کی لاش تو نہیں ملی۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"جی اچھا۔" اکرام نے کہا اور لگا فون کرنے... اب وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے... اکرام برابر فون کر رہا تھا... آخر اس نے کہا۔

"عجیب بات ہے سر... کسی پولیس اسٹیشن میں کسی خاتون کی گم شدگی کی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی..."

"ہوں... اور نہ اب تک کہیں سے لاش ملی۔"

"جی نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے... ان لوگوں نے لاش کو کسی جنگل میں گڑھا کھود کر دفن کر ڈالا ہے اور اس طرح ہمارا کیس بہت زیادہ مشکل ہو گیا..."

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ گم شدگی کی رپورٹ کیوں درج نہیں کرائی گئی۔"

محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"ہو سکتا ہے... وہ کوئی اکیلی عورت ہو... اس کا کوئی نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن ابا جان... ایسے لوگوں کے بھی پڑوسی تو ہوتے ہیں، دوست احباب تو ہوتے ہیں... اور پھر آپ کا اندازہ تو یہ ہے کہ وہ کوئی ملازم پیشہ خاتون تھی... تب تو اس کے دفتر والوں کی طرف سے بھی رپورٹ درج کرائی جا سکتی ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"لیکن کیسے...؟" "غور کرو... دفتر سے کوئی عورت چھٹی کر کے گھر آ گئی... لیکن اسے گھر سے کسی بہانے سے کوئی عورت لے گئی... اب محلے والوں کو تو یہی پتا ہے... وہ کسی عورت کے ساتھ کہیں گئی ہے... اس قدر جلد وہ گم شدگی کی رپورٹ کس طرح کر سکتے ہیں... نہ دفتر والے فکر مند ہوں گے... لہٰذا بات کل پر گئی۔ کل سے پہلے کوئی رپورٹ درج نہیں ہو سکے گی... اب ہمارے لیے کرنے کا کام کیا رہ جاتا ہے... یہ تم بتاؤ۔"

"جی... ہم بتائیں... ارے آپ نے یہ نہیں بتایا... یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ پان کھانے کی شوقین ہے..."

"میں نے کئی جگہ پان تھوکنے کے آثار دیکھے ہیں۔"

"قاتلوں میں سے بھی کوئی پان کھانے کا شوقین ہو سکتا ہے۔"

"ہاں! ہو سکتا ہے... لیکن وہ خاتون ہی شوقین تھی۔"

"آخر کیسے۔"

"پان تھوکنے کے نشانات جہاں بھی ملے ہیں... زنانہ جوتوں کے نشانات کے پاس ہی ملے ہیں۔"

"اوہ... اوہ... واقعی آپ کا مشاہدہ بہت زیادہ تیز ہے۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"تم بھی اپنے مشاہدے کو تیز کر لو... اور اب بتاؤ... ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"کم از کم یہ بات تو آپ ہی بتا دیں۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا اور سب مسکرانے لگے۔ پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہم اس جگہ سے شہر کی طرف روانہ ہوتے ہیں... ہم میں سے نصف دائیں طرف نظریں جمائے رہیں اور نصف بائیں طرف... شاید کوئی آثار نظر آ جائیں... امکان یہی ہے کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ان لوگوں نے پہلے سے گڑھا کھود رکھا تھا... جونہی انہوں نے اسے ہلاک کیا... اسے ڈگی میں ڈالا اور اس گڑھے تک لے آئے... بس ہمیں اس گڑھے کی تلاش ہے۔"

"جج... جی... کیا کہا آپ نے..." فاروق دھک سے رہ گیا۔

"کیوں! کیا ہوا؟"

"میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے... گڑھے کی تلاش۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

اب ان کا سفر اس طرح شروع ہوا... دونوں طرف دیکھتے ہوئے وہ شہری حدود میں پہنچ گئے:

"یہ... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ایک کوشش اور۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب؟"

"اب ہم یہاں سے واپس اس جگہ تک چلیں گے... جہاں واردات کی گئی ہے... لیکن اس مرتبہ اور طرح چلیں گے۔"

"جی... وہ کیسے؟" فاروق بوکھلا اٹھا۔

باقی سب ہنس پڑے... انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"اب ہم پیدل چلیں گے... آدھے سڑک کے دائیں طرف اور آدھے بائیں طرف... ہم لوگ سڑک سے اتر کر درختوں کے درمیان نیچے بغور دیکھتے ہوئے جائیں گے... بس یوں سمجھ لو... اگر ہمیں لاش مل جاتی ہے... تو نصف کیس ہم نے مار لیا۔"

"لیکن ابا جان... نصف کیس سے تو ہمارا گزارا نہیں ہو گا... مجرم دور کھڑے ہنسیں گے۔"

"ہمیں ان کے ہنسنے کی تو خیر کوئی پروا نہیں... ہمیں تو اپنا کام نکالنا ہے اور پہلا مرحلہ لاش ملنے کا ہے... لاش ملنے پر بہت سی باتیں سامنے آ سکتی ہیں... کیس آسانی سے آگے بڑھے گا۔"

"تب پھر ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں... یا اللہ لاش مل جائے۔"

"اور اگر ابھی وہ زندہ ہے اور ان کی قید میں ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اس صورت میں ہماری دعا یہ ہو گی کہ یا اللہ اس کا سراغ جلد از جلد مل جائے..."

"تو چلو... اب دعا مانگتے ہوئے آگے بڑھو۔" انہوں نے پر جوش انداز میں کہا۔

"آگے نہیں... واپس چلیں۔" محمود بولا۔

"یونہی سہی۔"

اب وہ پھر اس طرف چلنے لگے... اکرام کا ایک ماتحت ان کی گاڑی ساتھ ساتھ لا رہا تھا... ان میں سے نصف دائیں طرف اور نصف بائیں طرف چل رہے تھے۔ سڑک سے اتر جانے اور درختوں کے درمیان چلنے کی وجہ سے ان میں درمیانی فاصلہ بہت زیادہ تھا... اور وہ مشکل سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے... ان حالات میں انہوں نے فرزانہ کی پرخوف آواز سنی:

"ارے باپ رے... یہ دیکھیے۔"

بس پھر کیا تھا... سب اس کی طرف دوڑ پڑے:

☆☆☆☆☆

ایک چیز

نزدیک پہنچ کر انہوں نے دیکھا، وہاں گڑھا کھودنے کے آثار موجود تھے۔ اب تو ان پر جوش سوار ہو گیا:

"لگتا ہے... ہم لاش تک پہنچ گئے۔" محمود بولا۔

"مارے سسپنس کے میرا تو برا حال ہے۔" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"اکرام نے ماتحتوں کو اشارہ کیا... انہوں نے مٹی ہٹانے کا کام شروع کیا... گڑھا گہرا ہوتا چلا گیا... لیکن لاش کے آثار نظر نہ آئے... کافی گہرائی تک کھدائی کرنے کے بعد وہ مایوس ہو گئے۔

"نہیں جناب! لاش یہاں نہیں ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تب پھر یہاں کھدائی کیوں کی گئی۔" اکرام بڑبڑایا۔

"ہو سکتا ہے... کھدائی کسی اور نے کسی مقصد کے تحت کی ہو... اس عورت کو ہلاک کرنے والوں کا اس جگہ کھدائی سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"ہوں... ایسا ہی لگتا ہے... اچھا خیر ہمیں واردات والی جگہ تک تو جائزہ لیتے ہوئے جانا ہوگا۔"

وہ پھر آگے بڑھنے لگے... یہاں تک کر اس جگہ پہنچ گئے...

گویا انہیں اپنی کوشش میں کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر انسپکٹر جمشید نے واپس چلنے کا اعلان کیا...

دوسری صبح وہ اخبارات دیکھ رہے تھے کہ بری طرح چونکے... خبر یہ تھی:

"پولیس کو شہر کی مشرقی سڑک کے کنارے پر ایک عورت کی لاش ملی ہے... ابھی تک پولیس اس لاش کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکی... لاش کو شناخت کے لیے سرد خانے میں رکھ دیا گیا ہے..."

اس عورت کی تصاویر بھی اخبارات میں دی گئی تھیں:

"لو بھئی اس بات کا امکان ہے کہ یہ وہی عورت ہے... آؤ چلیں... اسے دیکھ لیں ذرا۔" انسپکٹر جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن ابا جان... ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ یہ وہی عورت ہے۔"

"دوپٹے پر لگے ہوئے خون کی رپورٹ تیار ہے... لاش کا معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر حضرات بتا سکیں گے کہ وہ خون اس عورت کا تھا یا نہیں۔"

"ہوں... ٹھیک ہے۔"

وہ سرد خانے میں داخل ہوئے... ملازم انہیں راستہ دکھاتا ہوا لاش تک لے آیا... لاش پر چادر تھی۔ انہوں نے چادر ہٹا دی...

چادر ہٹانے کی دیر تھی کہ انسپکٹر جمشید زور سے چونکے... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... ان کے منہ سے کپکپاتی آواز میں نکلا:

"ارے باپ رے..."

"ک... کیا ہوا ابا جان۔"

"یہ تو ایک بہت خطرناک گروہ کا کام ہے... اس نے شہر میں اور بھی کئی وارداتیں اس قسم کی کی ہیں... واردات کرنے کے بعد وہ لاش کی پیشانی پر اپنا نشان چھوڑ جاتے ہیں..."

"اوہ... آپ کا مطلب ہے... پیشانی پر لکھا ہوا یہ "آر" (R) کا نشان۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! اس گروہ کا نام پولیس نے "آر" ہی رکھ دیا ہے... ابھی تک پولیس اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکی... نہ ان کا کوئی آدمی گرفتار ہو سکا... لیکن شاید... اب ان کا برا وقت آ گیا ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے متعلقہ تھانے کے نمبر ملائے... اپنا نام بتا کر بولے:

"لاش سے متعلق تمام چیزیں مجھے پہنچا دیں... میں یہاں مردہ خانے میں موجود ہوں... اور ابھی چند منٹ تک یہیں ٹھہروں گا... اگر میں یہاں نہ ملا تو پھر یہ چیزیں آپ میرے دفتر پہنچا دیں۔"

"جی اچھا۔"

انہوں نے لاش کا معائنہ شروع کیا... اس کے جسم پر خنجروں کے نشانات موجود تھے... ظالموں نے بہت بے دردی سے اسے ہلاک کیا تھا... اس کے جسم پر جو لباس تھا... وہ بھی جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا اور خون آلود تھا... لباس اسی رنگ کا تھا جس رنگ کا دوپٹہ انہیں جھاڑیوں میں ملا تھا۔

"اب اس بات میں تو کوئی شک نہیں رہ گیا کہ یہ وہی خاتون ہے... جس کی ہمیں تلاش تھی... لیکن مشکل یہ ہے کہ ابھی تک کوئی بھی..."

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت مردہ خانے کا دروازہ کھلا تھا اور دو عورتیں ملازم کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہوئی تھیں... ملازم انہیں اسی طرف لا رہا تھا... اس کا مطلب تھا... وہ لاش کا معائنہ کرنے کے لیے

آئی تھیں... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ایک طرف ہو گئے تاکہ وہ اطمینان سے دیکھ لیں۔ نزدیک پہنچ کر وہ بہت زور سے اچھلیں... ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے...

"کیا یہ آپ کی عزیز تھیں۔"

"نہیں۔" دونوں ایک ساتھ بولیں۔

"تب پھر؟" انہوں نے پوچھا۔

"یہ ہماری پڑوسی تھیں... جب ہم نے ان کے دروازے پر مسلسل تالا لگا دیکھا اور ہسپتال سے بھی ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوا تو ہم پریشان ہو گئیں... ادھر ادھر ان کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہیں... آج صبح کے اخبار میں تصویر دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ ہماری پڑوسن ہی ہے... پھر بھی ہم مزید اطمینان کے لیے یہاں چلی آئیں۔"

"آپ کا مطلب ہے، یہ خاتون... کسی ہسپتال میں ملازم تھیں۔"

"جی ہاں! یہ نرس تھیں۔"

"اور ان کا نام؟"

"ساجدہ نیاز۔" اس نے کہا۔

"ان کا پتا بھی لکھوا دیں... آپ کی بڑی مہربانی... آپ کی وجہ سے ہمیں ان کے بارے میں بہت اہم باتیں معلوم ہو گئیں... ورنہ ابھی ہمارا نہ جانے کتنا وقت ضائع ہوتا۔"

"لکھ لیں... ہمارا گھر بھی ان کے ساتھ والا ہی ہے... احسان کالونی... مکان نمبر 201، 202۔"

"شکریہ! آپ کو ان کے رشتے داروں کے بارے میں کچھ معلوم

ہے۔" پتا نوٹ کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"انہوں نے بتایا تھا... وہ دنیا میں اکیلی ہیں... ان کا کوئی نہیں... نہ آگے نہ پیچھے۔"

"اسی لیے کسی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج نہیں ہوئی... اور نہ کسی اخبار میں کوئی گمشدگی کا اعلان شائع ہوا۔"

"یہ کام ہمیں کرنا تھا... پہلے تو ہم ادھر ادھر تلاش کرتی رہی ہیں نا... بالکل ناکام ہونے پر ہی ہم رپورٹ درج کراتے اور اخبار میں خبر بھی لگواتے۔"

"ٹھیک ہے... آپ گھر چلیں... ہم ابھی وہاں آ رہے ہیں... ان کے گھر کا جائزہ لینا ہے اور ہاں! یہ کون سے ہسپتال میں ملازمت کرتی تھیں۔"

"جی... غالب ہسپتال... یہ ایک بڑا اور پرائیویٹ ہسپتال ہے۔"

انہوں نے ہسپتال کا نام بھی نوٹ کر لیا... پھر اکرام کے ذمے لاش سے متعلقہ کام لگا کر وہ احسان کالونی پہنچے... مکان نمبر 201 تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی۔ نمبر 202 پر دستک دینے پر وہ دونوں عورتیں دروازے پر آ گئیں:

"یہی مکان ہے۔ آپ دروازہ کیسے کھولیں گے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں... آپ اپنے گھر میں تشریف رکھیں... ہم اپنا کام کر لیں گے۔ ہمیں روزانہ اس قسم کے کاموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے..."

انہوں نے دروازہ بند کر دیا... اب وہ دروازہ کھول کر اندر داخل

ہوئے... یہ دو کمروں کا چھوٹا سا، صاف ستھرا گھر تھا... ہر چیز سے نفاست ظاہر ہو رہی تھی... چیزوں پر ہلکی سی گرد کی تہ جمی تھی... بعض چیزوں پر تو اس کی انگلیوں کے نشانات بھی موجود تھے... ان کی تصاویر لے لی گئیں... دو کمروں میں سے ایک سونے کا تھا اور ایک ڈرائنگ روم تھا... ان کے علاوہ ایک چھوٹا سا باورچی خانہ اور ایک غسل خانہ تھا۔

''ابا جان یہ رہی ان کی ڈائری۔'' فرزانہ نے تیز آواز میں کہا۔

سب کے سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''بھئی واہ! یہ ہوا کام... اس ڈائری سے ضرور کام کی باتیں معلوم ہو جائیں گی... اور ان شاء اللہ ہم قاتل تک پہنچ جائیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے پر جوش لہجے میں کہا۔

اب انہوں نے ڈائری کا مطالعہ شروع کیا... اس میں ساجدہ نیاز نے اپنی ہسپتال کی یادداشتیں نوٹ کی تھیں... اور یہ یادداشتیں کچھ اس قسم کی تھیں... آج ہسپتال میں فلاں نام کی مریضہ آئی... آج فلاں عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا وغیرہ... ساری ڈائری پڑھنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ہسپتال کے زچہ بچہ وارڈ کی ملازم تھی... ڈائری سے اور کوئی بات معلوم نہ ہو سکی... اس میں اس نے اپنی کوئی ذاتی بات نہیں لکھی تھی... کسی سے دوستی یا دشمنی وغیرہ کا بھی کوئی ذکر نہیں تھا... نہ پڑوس میں کسی سے کسی قسم کے تعلقات کا کوئی ذکر تھا...

''یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔'' فاروق نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا... میرا خیال ہے... ہمیں ہسپتال جانا پڑے گا... اور ہاں ان پڑوسی عورتوں سے بھی ایک دو سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

باہر نکل کر انہوں نے ساتھ والے گھر کے دروازے پر دستک دی... دونوں فوراً ہی دروازے کے دوسری طرف آ گئیں:

''آپ سے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''پوچھیے۔'' ایک نے کہا... آواز سے غم جھانک رہا تھا۔

''آخری بار آپ نے انہیں کب دیکھا۔''

''کل صبح جب یہ ہسپتال جانے کے لیے گھر سے نکلیں تو ہماری ان سے علیک سلیک ہوئی تھی... کیونکہ عین اسی وقت ہم دونوں سکول جانے کے لیے نکلی تھیں... ہم ایک پرائیویٹ سکول میں پڑھاتی ہیں۔'' ایک نے کہا۔

''گویا کل صبح کے بعد پھر آپ نے ان کی لاش مردہ خانے میں دیکھی۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''اس کا مطلب ہے... کل صبح وہ ہسپتال گئی تھیں۔''

''یہ ہمیں معلوم نہیں... گھر سے تو وہ ہسپتال جانے کے لیے نکلی تھیں... یہ تو ہسپتال والے بتائیں گے کہ وہ وہاں پہنچی تھیں یا نہیں۔''

''ہم وہیں جا رہے ہیں... آپ کا شکریہ!''

اب وہ ہسپتال پہنچے... زچہ اور بچہ سیکشن انچارج ڈاکٹر بلقیس فاطمہ تھیں... ان کی ملاقات ان سے ہوئی۔ تعارف کرانے کے بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ہم ساجدہ نیاز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں۔''

''سننے میں آیا ہے کہ وہ غائب ہیں... ہمیں ان کے بارے میں کچھ

معلوم نہیں۔"

"کیا وہ کل صبح ڈیوٹی پر آئی تھیں۔"

"جی ہاں! بالکل... آئی تھیں... اپنی ڈیوٹی کے وقت تک وہ ہسپتال میں رہیں، جب ان کا وقت پورا ہو گیا، تب یہاں سے گئیں... جیسا کہ ان کا معمول تھا۔"

"ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے... وہ کیسی خاتون تھیں۔"

"بہت نفیس... بہت سیدھی سادی... معاملات کی کھری..." انچارج نے بتایا۔

"کل وہ گھر نہیں پہنچی۔"

"یہ اطلاع ہمیں مل چکی ہے۔" وہ بولیں۔

"اس کا مطلب ہے... جب وہ چھٹی کر کے یہاں سے نکلیں... بس اس وقت ان کے ساتھ گڑبڑ ہو گئی... کچھ لوگ ان کی تاک میں تھے... انہوں نے انہیں اپنی گاڑی میں بٹھایا اور لے گئے..."

"لیکن وہ ایسی عورت نہیں تھی کہ کچھ اجنبی مردوں کے ساتھ کار میں بیٹھ کر کہیں چلی جائیں۔" انچارج نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ اپنی مرضی سے تو خیر نہیں گئیں... یا تو ان سے یہ کہا گیا کہ ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے... آپ ذرا چلیے... اور وہ ان کے ساتھ چلی گئیں... یا پھر کوئی اور طریقہ اختیار کیا گیا... میرا خیال ہے... اغوا کرنے کے لیے چند خواتین سے کام لیا گیا... اب اگر باہر انہیں کار میں کچھ عورتیں ملی ہوں... اور انہوں نے اس قسم کی درخواست کی ہو تو ظاہر ہے انہیں خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی..."

"امکان زیادہ تر اسی بات کا ہے... اسی طرح وہ بے خوف ہو کر جا سکتی تھیں..." انچارج نے سر ہلایا۔

"سوال یہ ہے کہ اغوا کرنے والوں کو ایسی کیا ضرورت تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے... انہیں اغوا کیا گیا ہے... اور اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے۔"

"تصدیق تو ان کی موت کی بھی ہو چکی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا..." وہ چلا اٹھی... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

چند لمحے سکتے کے عالم میں بیٹھی رہی... آخر انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

"جی ہاں! ان کی لاش ایک سڑک کے کنارے پائی گئی ہے... اس وقت مردہ خانے میں موجود ہے... آپ چاہیں تو جا کر دیکھ آئیں... ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ وہ کس قسم کی خاتون تھیں... کسی قسم کے جرم سے تو ان کا تعلق نہیں ہو سکتا۔"

"توبہ توبہ... وہ تو بہت نیک تھیں... آج تک ہسپتال میں کسی کو بھی ان سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

"دیکھیے... اور غور کیجیے... ان سب باتوں کے باوجود انہیں قتل کیا گیا ہے... آخر کیوں... کیا آپ کوئی خیال ظاہر کرنا پسند کریں گی۔"

"میں تو اس قدر حیرت زدہ ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی... وہ کوئی لالچی عورت نہیں تھی... فرض شناس تھی... اکیلی تھی... اس کے کوئی گھریلو مسائل نہیں تھے.. تب پھر آخر اس بے چاری کو کیوں قتل کیا گیا اور کس نے ایسا ظلم کیا... میں تو اس پر صرف حیرت ہی ظاہر کر سکتی ہوں۔" وہ کہتی چلی گئی۔

”مطلب یہ کہ آپ ہماری کوئی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔“

”جی ہاں! ابھی بات کرلیں...“

”اچھی بات ہے... آپ ہمیں رجسٹر دے دیں۔“

”جی... رجسٹر... کیا مطلب... کیسا رجسٹر۔“

”ان کا تعلق صرف زچہ بچہ وارڈ سے ہی تھا نا۔“

”جی ہاں... بالکل۔“

”اور وہ کب سے ملازم تھیں۔“

”انہیں اس وارڈ میں ملازمت کرتے دس سال تو ضرور ہوگئے ہیں۔“

”اس سے پہلے وہ کہاں تھیں۔“

”انہوں نے اپنی ملازمت یہیں سے شروع کی تھی... تربیت لینے کے بعد انہیں یہیں لگایا گیا تھا... وہ یہیں رہیں۔“

”ہسپتال میں جو بچے پیدا ہوئے ہیں... ان کا باقاعدہ اندراج ہوتا ہے نا۔“

”جی بالکل... تمام تر تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔“

”بس... ان تفصیلات کا رجسٹر دے دیں۔“

”لیکن وہ تو ہر سال کا الگ الگ ہے... اس طرح تو آپ کو دس رجسٹر دینے پڑیں گے۔“

”کوئی بات نہیں... وہ رجسٹر امانت ہوں گے... ہم ایک دو دن بعد لوٹا دیں گے۔“

”اچھی بات ہے... میں نکلوا دیتی ہوں۔“

رجسٹر لے کر وہ گھر چلے آئے... اس کیس میں ابھی تک انہیں

کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اب ان دس رجسٹروں کو دیکھنا بھی بہت بور کام تھا... اس لیے خاص طور پر فاروق کا منہ کافی پھولا ہوا تھا:

”اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم چاروں ایک ایک رجسٹر سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس طرح زیادہ دیر نہیں لگے گی۔“ انسپکٹر جمشید نے ان کی بوریت کا احساس کرتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرائے اور پھر چاروں ایک ایک رجسٹر سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

”اس کیس میں کامیابی حاصل کرنے کے دو راستے ہیں... ایک راستہ مقتولہ کی طرف سے جاتا ہے، دوسرا قاتلوں کی طرف سے... مقتولہ سے متعلق رجسٹر ہم لے آئے ہیں... جب کہ قاتلوں کے بارے میں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے... کیونکہ تنظیم R کا کوئی ریکارڈ کہیں نہیں ہے... آج تک ان کا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا، نہ کسی کارکن کی انگلیوں کے نشانات ملے... نہ کسی کا حلیہ معلوم ہوسکا... اس لیے مجبوری ہے... ہمیں مقتولہ والا راستہ ہی اختیار کرنا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے ابا جان... ہم پوری دلچسپی اور تن دہی سے ان رجسٹروں کو چیک کریں گے۔“ محمود نے بھرپور انداز میں مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ ان رجسٹروں میں ڈوب گئے... آخر محمود کی آواز نے انہیں چونکا دیا:

”میرے پاس جو رجسٹر ہے... اس میں مجھے ایک چیز چونکائے دے رہی ہے۔“

☆☆☆☆☆

ملاقات

ان کے چہروں پر جوش نظر آیا... انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا:

"بہت خوب محمود... اور ہمیں چاہیے کیا... دکھاؤ... کیا بات تمہیں الجھن میں ڈال رہی ہے۔"

"آج سے دس سال پہلے ایک بچے کا اندراج موجود ہے... لیکن تحریر مشکوک ہے... ایک جگہ کچھ کاٹا بھی گیا ہے... اور کاٹ کر دوبارہ لکھا گیا ہے... یہ دیکھیں۔" محمود نے کہا اور انگلی سے اشارہ کیا... انہوں نے دیکھا...

7 جولائی بروز جمعہ... پیدائش لڑکا۔ باپ کا نام سہراب خان گوریچہ... یہ دیکھیے... سہراب خان سے پہلے کوئی نام لکھا گیا تھا... اس کو کاٹ کر آگے سہراب خان گوریچہ لکھا گیا ہے... جب کہ اس کے بالکل نیچے لکھا ہے... پیدائش مردہ بچہ، باپ کا نام سراج دین... ایک ہی تاریخ میں دو بچے پیدا ہوئے... پہلے بچے والے خانے میں باپ کا نام لکھ کر کاٹ دیا گیا... اور سہراب خان گوریچہ لکھ دیا گیا... اس کا ایک مطلب یہ بنتا ہے کہ پہلے غلطی سے سہراب خان کی جگہ سراج دین لکھ دیا گیا... اور غلطی کا پتا چلتے ہی کاٹ کر درست نام لکھ دیا گیا... جب کہ دوسرا مطلب یہ بنتا ہے کہ مردہ بچہ پیدا ہوا تو تھا سہراب

خان گوریچہ کے ہاں... لیکن لکھ دیا گیا سراج دین کے ہاں... اس کا بھلا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔" محمود یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"بہت خوب محمود... تم نے زبردست بات نوٹ کی... یہ دونوں نام پتے نوٹ کر لو... ہم سراج دین سے بھی ملیں گے... اور سہراب خان گوریچہ سے بھی... ویسے کیا تم جانتے ہو... سہراب خان گوریچہ کون ہیں۔"

"نام سنا ہوا لگتا ہے۔" فاروق نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"میں بتائے دیتا ہوں... سہراب خان گوریچہ ہمارے شہر کے بہت بڑے اور دولت مند آدمی ہیں اور سیاست دان بھی ہیں... لیکن پہلے ہم سراج دین سے ملاقات کریں گے... کیا خیال ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

جلد ہی وہ سراج دین کے دروازے پر دستک دے رہے تھے... یہ گھر ایک غریب سی آبادی میں تھا۔ دروازہ کھلا تو چالیس سال کی عمر کا ایک آدمی نظر آیا۔ علیک سلیک کے بعد انہوں نے کہا:

"ہمیں سراج دین صاحب سے ملنا ہے۔"

"فرمائیے... میرا ہی نام سراج دین ہے۔"

"کیا آپ ہمیں بیٹھنے کے لیے نہیں کہیں گے۔"

"اوہ اچھا... ضرور کیوں نہیں، میں سمجھا تھا... کہیں آپ کوئی بات معلوم کرتے ہی چل نہ پڑیں..."

"نہیں... ہمیں کچھ دیر لگے گی۔"

اس نے ڈرائنگ روم کھول دیا... وہ اندر داخل ہوئے... اندر بے سروسامانی کا عالم تھا۔ ٹوٹی پھوٹی کرسیاں بے ترتیبی کے عالم

میں موجود تھیں، وہ ان پر بیٹھ گئے۔

"آج سے دس سال پہلے سول ہسپتال میں آپ کے ہاں ایک مردہ بچہ پیدا ہوا تھا۔"

"جی... کیا مطلب؟" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں اپنا جملہ پھر ادا کرتا ہوں۔ آج سے دس سال پہلے سول ہسپتال میں آپ کی بیوی داخل ہوئی تھیں۔ ان کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوا تھا؟"

"جی... جی نہیں۔ میرے ہاں تو آج تک کوئی مردہ بچہ پیدا نہیں ہوا... دس سال پہلے جو بچہ پیدا ہوا تھا... وہ بالکل صحت مند اندر موجود ہے... بلاؤں اسے؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"نہیں... اس کی ضرورت نہیں... آپ کا شکریہ!" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس... آپ چل دیے... ابھی تو آپ کہہ رہے تھے... بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"بات ہی ختم ہو گئی... اب کیا کریں گے... ویسے آپ سہراب خان گوریچہ کو جانتے ہیں۔"

"جی ہاں! وہ ہمارے ملک کے بہت بڑے سیاست دان ہیں... بہت دولت مند ہیں... یہ بات تو ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے۔"

"جس روز آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا... اسی روز ان کے ہاں بھی بچہ پیدا ہوا تھا۔ کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے۔"

"جی نہیں... بالکل نہیں... بھلا مجھے یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے... وہ ٹھہرے دولت مند... انہوں نے الگ کمرہ لے رکھا ہوگا... جب کہ

میری بیوی عام وارڈ میں تھی۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہو سکتی تھی... اچھا شکریہ! آپ ہمیں اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی دے دیں۔"

"کیوں... آپ اس کا کیا کریں گے۔" وہ پریشان ہو گیا۔

"اس کیس کے سلسلے میں ہمیں ضرورت پیش آ سکتی ہے اور اس سلسلے میں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... میں آپ کو تحریر لکھ کر دیتا ہوں کہ میں نے کیس کے سلسلے میں آپ سے آپ کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لی ہے۔"

"ٹھیک ہے... آپ تحریر لکھ دیں۔"

فوٹو کاپی وصول کر کے وہ باہر نکل آئے... اب ان کا رخ سہراب خان گوریچہ کی طرف تھا... پتا وہ پہلے ہی نوٹ کر چکے تھے... اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... کوٹھی کیا تھی... ایک بہت بڑا محل تھی۔ دروازے پر دو مسلح سیکورٹی گارڈ موجود تھے...

"لگتا ہے... یہاں دال مشکل ہی گلے گی۔" فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"یہ تمہیں یہاں آتے ہی دال کی کیا سوجھ گئی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ہاں! سوجھنا ہی تھی... تو کم از کم گوشت کی تو سوجھتی۔" محمود نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

"میں نے محاورہ کہا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے... سہراب خان سے ملاقات آسانی سے نہیں ہو گی۔"

"محل کے انداز تو یہی بتا رہے ہیں۔"

"دیکھا جائے گا... ہم لوگ بھی اللہ کی مہربانی سے عام لوگ نہیں ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور کار سے اتر کر آگے بڑھتے چلے گئے... پہرے دار اب پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھے۔ انہوں نے اپنا کارڈ نکال کر ایک کے ہاتھ میں دیا اور بولے:

"ہمیں سہراب خان گوریجہ صاحب سے ملنا ہے۔"

"کیا آپ نے ملاقات کا وقت لے رکھا ہے۔"

"نہیں... ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے... ہم ایک قتل کے کیس کی تحقیقات کر رہے ہیں۔"

"ہمیں افسوس ہے۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"کس بات پر؟"

"ان کی ہدایات ہیں... جن حضرات نے وقت نہ لیا ہو، ان کا پیغام اندر نہیں دینا۔"

"اچھی بات ہے... وقت لینے کے لیے ہمیں کن سے رابطہ کرنا پڑے گا۔"

"دیوار کے ساتھ ساتھ دائیں طرف چلے جائیں... ایک کیبن نظر آئے گا... وہاں وقت طے کرنے والے موجود ہیں۔"

"اچھی بات ہے... شکریہ!"

اب وہ اس کیبن کی طرف چلے...

"لگتا ہے... فاروق نے درست وقت پر درست محاورہ بولا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا...

"آپ اپنے اختیارات کام میں لا سکتے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"دیکھتے ہیں بھئی۔"

آخر وہ کیبن تک پہنچ گئے... پہلے انہوں نے اپنا تعارف کرایا... کیبن میں دو شریف صورت انسان بیٹھے تھے... ان میں سے ایک نے پوچھا:

"آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"ہم گوریجہ صاحب سے ملاقات چاہتے ہیں۔"

"آپ کو وقت لینا ہوگا... ہمارے پاس ایک ہفتے سے پہلے ملاقات کا کوئی وقت نہیں ہے..."

"ہم قتل کے ایک کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔"

"ہم مجبور ہیں... جو حکم ملا ہوا ہے... اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔" دوسرا بولا۔

"اچھی بات ہے... ان کا فون نمبر دے دیں۔"

"جب آپ فون کریں گے تو گھنٹی تو پہلے ادھر ہی بجے گی... جو جواب ہم آپ کو دے رہے ہیں، وہی فون پر کہیں گے... لہٰذا فون نمبر سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا..."

"تب پھر ہم ان سے ملاقات کس طرح کر سکیں گے آخر۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"اگلے ہفتے ہو سکے گی... ہم ملاقات کا وقت آپ کو دے دیتے ہیں... ملاقاتیوں کی تفصیل ہم ہر روز اندر بھیج دیتے ہیں... وہاں ترتیب وار اندراج ہوتا رہتا ہے۔"

"اچھی بات ہے... آپ نے ہمیں مجبور کر دیا... اب پولیس کی گاڑیاں یہاں آئیں گی، سائرن بجاتی ہوئی... ارد گرد کے لوگ اور گزرتے ہوئے لوگ سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے اور پوچھیں گے کہ سہراب خان گوریچہ کی کوٹھی پر یہ پولیس کیسے نظر آ رہی ہے... کیا یہ صورت حال ان کے لیے پسندیدہ ہوگی۔"

"نن... نہیں۔" پہلی بار اس کے چہرے پر گھبراہٹ محسوس ہوئی...

"تب پھر رابطہ کریں ان سے اور بتائیں انہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب اس نے فون پر سہراب خان سے رابطہ کیا... اسے صورت حال سمجھاتا رہا۔ پھر یک دم اس کا رنگ اڑ گیا... چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے... اس نے کھٹ سے فون بند کر دیا۔ پھر ان کی طرف مڑا اور جھلاتے ہوئے لہجے میں بولا:

"کرا دیا نا ذلیل۔"

"کیا مطلب؟"

"انہوں نے وہی کہا ہے... جب تمہیں ہدایات ہیں تو پھر تم نے کیوں پوچھا... جو شخص آیا ہے... اس سے کہ دو... جو کرتا ہے کر لو... وقت لیے بغیر ملاقات نہیں ہوگی۔"

"اب تو یہ ملاقات ہو کر رہے گی..." انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

اب انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کیے:

"السلام علیکم سر!"

"وعلیکم السلام جمشید... کیا حال ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے سر! ہم اس وقت سہراب خان گوریچہ کی کوٹھی کے سامنے موجود ہیں۔"

"ارے باپ رے... اسے نہ چھیڑ بیٹھنا جمشید... وزیر اعلیٰ کا خاص آدمی ہے۔"

"ایک کیس کے سلسلے میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں... آپ وزیر اعلیٰ سے بات کریں... وہ ان سے کہیں... مجھ سے بات کر لیں... یہ ملاقات ان کے حق میں بہتر رہے گی... اگر انہوں نے ملاقات نہ کی تو ہو سکتا ہے، نقصان میں رہیں۔"

"نہیں جمشید..." وہ بولے۔

"کیا فرمایا آپ نے..."

"یہ کہ میں ان سے یہ نہیں کہ سکتا۔"

"تب پھر آپ ان سے کیا کہ سکتے ہیں۔"

"میں ان سے درخواست کر سکتا ہوں... یہ کہ وہ تمہاری سفارش کر دیں۔"

"اوہ... اوہ... کیا یہ صاحب اس قدر بڑے آدمی ہیں۔"

"بس جمشید! یوں سمجھ لو... ایک طرح سے یہ صاحب ملک کے صدر صاحب پر بھی دباؤ ڈال سکتے ہیں، ان سے اپنی بات منوا سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ وزیر اعلیٰ سے درخواست کر کے دیکھ لیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا جمشید... تم انتظار کرو... میں ابھی تمہیں فون کرتا ہوں۔"

"جی اچھا۔"

وہ لگے انتظار کرنے... پھر اچانک فون کی گھنٹی بجی:

☆☆☆☆☆

داخلہ

انہوں نے فون سنا۔ دوسری طرف سے آئی جی صاحب کہہ رہے تھے:

"نہیں جمشید! وزیر اعلیٰ صاحب نے صاف کر دیا ہے کہ اگر سہراب خان گوریچہ صاحب ملنا پسند نہیں کر رہے تو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"بہت بہتر سر... اب ہم اپنے بل بوتے پر اس کوٹھی میں داخل ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید نے تلملاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"لیکن جمشید! میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"آپ اس پر بھی تو غور کریں... ایک عورت کو قتل کیا گیا ہے... اس بے چاری کو اغوا کر کے جنگل میں لے جایا گیا... مجرموں کی تعداد 5 تھی... ان پانچوں نے نہایت بے رحمی سے اسے قتل کیا ہے... میں یہ بات کس طرح بھلا دوں۔"

"جمشید! کیا تمہارے پاس سہراب خان کے خلاف ثبوت ہے... یعنی اس بات کا ثبوت کہ اس کیس میں سہراب خان کا ہاتھ ہے۔"

"جی ہاں! ہم تفتیش کر رہے ہیں... بس ایک ہلکا سا اشارہ ملا ہے..."

اس اشارے کی بنیاد پر ہو سکتا ہے، سہراب خان کا اس واردات سے تعلق نکل آئے۔"

"دیکھو جمشید! اتنی سی بات کے لیے تم اس کی کوٹھی میں غیر قانونی طور پر داخل نہ ہونا... ہاں تمہارے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت ہو تو اور بات ہے..."

"اس صورت میں ثبوت حاصل کرنے ہی کے لیے تو کوٹھی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

"میری طرف سے جمشید! تمہیں کوئی اجازت نہیں... تم جو کچھ بھی کرو گے... اپنی ذمے داری پر کرو گے... اگر تم پکڑے گئے تو پھر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"یہ آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں سر... میں اس قاتل کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں جس نے ایک غریب عورت کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔"

"لیکن ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں... تم کسی اور رخ سے اس کیس کی تفتیش کرو۔"

"جی بہتر... لیکن میں اتنا اور عرض کر دوں... یہ قتل تنظیم R کے ذریعے کرایا گیا ہے... اس تنظیم کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے... یعنی اس رخ سے بھی ہم کچھ نہیں کر سکتے اور کوٹھی میں داخل بھی نہیں ہو سکتے... اب تفتیش کے لیے کون سا رخ اختیار کیا جائے۔"

"دیکھو جمشید! یہ میں نہیں جانتا... پھر اس بات کا ہمارے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہے کہ اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں۔"

"میں تو اطمینان کرنا چاہتا تھا بس... اگر وہ ملاقات کا موقع دے

دیتا تو ہم شاید اس وقت تک اسے اپنے شک سے بری بھی قرار دے دیتے۔"

"مجبوری ہے جمشید... میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"بہت بہتر سر! اب ہم جو کچھ بھی کریں گے، اپنی ذمے داری پر کریں گے۔" انہوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے... وہ بجھے بجھے سے گھر آئے...

"میرا خیال ہے... ہم اس کیس میں پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان کی مدد لے لیتے ہیں۔" فرزانہ نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"حد ہو گئی... جہاں آئی جی صاحب ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکے... بھلا پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان کیا کر سکیں گے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"آئی جی صاحب کی اپنی مجبوریاں ہیں... ان کو ہم سرکاری مجبوریاں کہہ سکتے ہیں، جب کہ پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان کی کوئی سرکاری اور غیر سرکاری مجبوریاں نہیں ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"خیر... ہم انہیں بھی بلا لیتے ہیں... دیکھتے ہیں... وہ کیا کہتے ہیں۔"

اب انہوں نے ان دونوں کو فون کیا، وہ فوراً آ گئے۔ انہیں ساری بات بتائی گئی... سہراب خان گوریچہ کا نام سن کر خان رحمان کے کان کھڑے ہو گئے، وہ یک دم بول اٹھے:

"میں اس کی ایک کمزوری سے واقف ہوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بول اٹھے۔

"یہ شخص میرے ایک فوجی دوست کا قریبی دوست ہے... اس کے پاس اکثر آنا جانا رہتا ہے... ہم اس سے بات کر لیتے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے... وہ ہماری ملاقات کا انتظام کریں گے۔"

انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

"نہیں خان رحمان... میرا خیال ہے، ایسا نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر تمہارے دوست اس سے بات کریں کہ وہ ہمیں ملاقات کا وقت دے دے تو وہ یہ بات نہیں مانے گا... کیونکہ پہلے ہی انکار کر چکا ہے... البتہ۔" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"البتہ کیا؟" خان رحمان نے یک دم کہا۔

"البتہ! ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔" انسپکٹر جمشید کس قدر جوش میں بولے۔

"یہ کیا... ترکیب اور آپ بتا رہے ہیں۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

وہ مسکرا دیے... فرزانہ نے برا سا منہ بنایا... پھر جلدی سے بولی:

"میں اپنے وقت پر اپنی ترکیب بتاؤں گی... فکر نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے... ہاں تو ابا جان! آپ کیا کہہ رہے تھے؟"

"یہ کہ خان رحمان کے وہ فوجی دوست سہراب خان گوریجہ کی اپنے گھر دعوت کریں... ایسے میں ہم وہاں پہنچ جائیں... بس اس طرح اس سے ملاقات کر لیں۔"

"اس طرح میرے دوست کے تعلقات سہراب خان گوریجہ سے خراب ہو جائیں گے اور شاید وہ یہ بات منظور نہ کرے۔"

"میں کچھ کہوں جمشید!" ایسے میں پروفیسر داؤد بولے۔

"تو آپ بھی اس بارے میں کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہیں؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں نہیں! اللہ کی مہربانی سے۔"

"اچھا تو پھر کہیے! ہم سن رہے ہیں۔"

"شائستہ سہراب خان گوریجہ کی بیٹی کی گہری سہیلی ہے... اور کسی وقت بھی اس سے ملنے کے لیے جا سکتی ہے... بلکہ پہلے سے اطلاع دیے بغیر جا کر مل لیتی ہے..."

"واہ! یہ ہوئی نا بات۔" انسپکٹر جمشید چہکے۔

"یہ کیا بات ہوئی...؟" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں فرزانہ... بات کیوں نہیں ہوئی۔"

"آپ شائستہ کے ساتھ مجھے وہاں بھیجیں گے... لیکن بھلا میں وہاں اکیلی کیا کر سکوں گی۔"

"ان کے حالات کا جائزہ لے سکو گی... گھوم پھر کر سب کچھ دیکھ سکو گی... اور دور دور سے سہراب خان گوریجہ کو بھی دیکھ لو گی... پھر کوٹھی کے اندر داخل ہونے کے کسی چور راستے کا پتا بھی چلا سکو گی..."

"اوہ... اوہ..." فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"اس کا مطلب ہے... ساری ذمے داری تم پر آ پڑی۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"تو اس میں دانت نکالنے کی کیا بات ہے؟" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"میں تو خوش ہو رہا ہوں... کہ چلو تمہیں بھی کوئی کام کرنے کا موقع

ملے گا..."

"لڑنے کی ضرورت نہیں... ہم سب کو اس کیس میں کام کرنے کا موقع ملے گا... کیونکہ آخر کار ہمیں کوٹھی میں تو داخل ہونا ہے... جیسے بھی ہو۔"

"ارے باپ رے... آپ کے ارادے تو بہت خطرناک ہیں۔" فاروق گھبرا گیا۔

"خوفناک لوگوں کے مقابلے میں خوفناک ارادے ہی قائم کرنا پڑتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"معلوم ہو گیا ابا جان۔" محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"کیا معلوم ہو گیا۔" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"یہ کہ اب آپ اس کوٹھی میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہیں گے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔" وہ مسکرائے۔

اب انہوں نے شائستہ کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر وہ بولے:

"شائستہ بیٹی تم بھی یہیں آ جاؤ۔"

"جی... کہاں آ جاؤں انکل۔"

"ہم سب یہاں گھر میں ہیں... اور تمہاری ضرورت بہت شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔"

"خیر تو ہے انکل... میری ضرورت اور شدت سے..." شائستہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اللہ کی مرضی... وہ جو چاہیں، سو کریں..."

"اچھی بات ہے، میں آ رہی ہوں۔"

جلد ہی وہ وہاں موجود تھی...

"ہاں تو شائستہ... تم سہراب خان گوریچہ کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"جی... کیا مطلب؟" اس نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"تم سہراب خان گوریچہ کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"کچھ زیادہ نہیں... اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ بہت ضدی اور اکھڑ ہیں... لیکن میرے لیے نہیں... مجھ سے تو وہ بہت زیادہ مہربانی سے پیش آتے ہیں، شاید اس لیے کہ میں ان کی بیٹی کی سہیلی ہوں۔"

"ہوں... خیر سنو! تمہیں فرزانہ کے ساتھ وہاں جانا ہے... کیا نام ہے سہراب خان کی بیٹی کا۔"

"نادیہ سہراب۔" شائستہ نے فوراً کہا۔

"اگر تم اس سے ملنا چاہو تو کیا اطلاع بغیر جا سکتی ہو اور وہ تم سے ملاقات کرے گی۔"

"بالکل کرے گی۔" شائستہ نے کہا۔

"اور اگر فرزانہ تمہارے ساتھ جائے۔"

"اس صورت میں بھی وہ ملاقات کرے گی... لیکن پہلے فون پر ہی بات ہو گی۔"

"ٹھیک ہے... تمہیں آج شام چار بجے وہاں جانا ہے، فرزانہ بھی ساتھ ہو گی اور بس۔"

"کوئی چکر لگتا ہے۔"

"چکر تو خیر ہے... شائستہ تم گھبرا تو نہیں جاؤ گی۔"

"آپ کا مطلب ہے... فرزانہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے؟"

"ہاں!" وہ بولے۔

"مجھے پتا نہیں... لیکن میں کوشش کروں گی کہ نہ گھبراؤں۔"

"فرزانہ تمہارے ساتھ ہوگی... لیکن میک اپ میں... تم نادیہ کو بتاؤ گی کہ فرزانہ تمہاری نئی سہیلی بنی ہے... سو تم سے ملانے چلی آئی... کہہ دینا... یہ بھی ایک سائنس دان کی بیٹی ہیں..."

"جی اچھا! آپ فکر نہ کریں... میرا خیال ہے، میں فرزانہ کی موجودگی میں گھبراؤں گی نہیں۔"

"بس تو پھر... فرزانہ تم شائستہ کو لے جاؤ گی... اور اگر ملاقات کے لیے 4 بجے کا وقت مناسب نہیں تو عام طور پر تم جس وقت اس سے ملنے کے لیے جاتی ہو، اس وقت چلی جانا..."

"نہیں... وہ اسی وقت آسانی سے ملاقات کرے گی..." شائستہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے... میں فرزانہ کے چہرے پر میک اپ کیے دیتا ہوں... تم فون کرو۔"

وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئے... ادھر شائستہ نے اپنے فون پر نادیہ کے نمبر ڈائل کیے... اس کی آواز سنتے ہی نادیہ بولی:

"اچھا ہوا شائستہ تم نے فون کیا... میں بہت پریشان ہوں۔"

"خیر تو ہے نادیہ۔"

"بس کچھ الجھن ہے... کیا خیال ہے... تم آج آسکتی ہو... تم سے باتیں کرکے میری پریشانی ہلکی ہو جائے گی... اور اس کا بھی امکان ہے کہ

ہم اس پریشانی کا کوئی حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"میں آجاتی ہوں... لیکن ایک بات ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"میرے ہاں ایک بہت قریبی عزیز آئی ہوئی ہیں... انہیں گھر میں تنہا چھوڑنا اچھا نہیں لگتا ہے... میں اسے ساتھ لے آؤں گی... اس کا بھی دل بہلا رہے گا۔ ویسے وہ بہت مخلص اور حد درجے ذہین ہے... تمہاری پریشانی میں میری نسبت وہ زیادہ بہتر رہے گی۔"

"کوئی حرج نہیں... تمہاری عزیز میری عزیز ہے... شوق سے لے آنا... میں انتظار شروع کر رہی ہوں۔"

"کیا مطلب... کیا میں ابھی آجاؤں... میرا تو شام کے چار بجے کے قریب آنے کا خیال تھا۔"

"نہیں... اس وقت پاپا گھر پر نہیں ہیں... نہ ممی ہیں... اس پریشانی کے سلسلے میں اس وقت ملاقات کرنا مناسب ہے... ورنہ تو تم کسی وقت بھی آسکتی ہو۔"

"اچھی بات ہے، میں ایک گھنٹے کے اندر اندر تمہارے پاس آجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" نادیہ نے کہا اور شائستہ نے فون بند کر دیا۔

وہ خوش خوش انسپکٹر جمشید کے پاس پہنچی:

"لیجیے انکل... مسئلہ خود ہی حل ہو گیا... نادیہ اس وقت میری ضرورت محسوس کر رہی ہے۔ میری آواز سنتے ہی بول پڑی... اچھا ہوا تم نے فون کیا... میں تم سے ملنا چاہتی ہوں، ایک سلسلے میں پریشانی محسوس کر رہی

ہوں... میں نے کہہ دیا کہ میں آجاتی ہوں ... بس معاملہ ہے... میری ایک
عزیزہ کا... جو مجھ سے ملنے کے لیے آئی ہوئی ہیں ... کہو تو میں انہیں ساتھ لے
آؤں ... اس نے فوراً کہہ دیا کہ ضرور لے آؤ... اور انکل وہ جس سلسلے میں
پریشان ہے... اس سلسلے میں اپنے والد کے سامنے بات کرنا پسند نہیں کرے گی
اور اس وقت اس کے ممی پاپا موجود نہیں ہیں۔''

''یہ صورت حال اچھی ہے... اب ہم پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی
کر رہے ہیں۔''

''جی... کیا مطلب... تبدیلی۔''

''ہاں! تبدیلی... میں ڈرائیور کے طور پر ساتھ چل رہا ہوں...
وہاں پہنچ کر میری طبیعت خراب ہو جائے گی... تم اس سے کہہ دینا کہ مجھے اندر
کہیں لیٹ جانے کی جگہ بتا دے... اس طرح میں بھی تمہارے ساتھ اندر داخل
ہو جاؤں گا۔''

''یہ خوب رہے گا۔''

''لیکن یہ ہمارے لیے خوب نہیں رہے گا... ہم تو یہیں رہ جائیں
گے۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

اس پر سب مسکرا دیے... اسی وقت انسپکٹر جمشید بولے:

''یہ بھی کچھ مشکل نہیں۔''

''جی... کیا مطلب... مشکل کیسے نہیں۔''

''بھئی... میری طبیعت وہاں لیٹ جانے کے بعد اور زیادہ خراب
ہو جائے گی... میں شائستہ کے موبائل پر پیغام دوں گا کہ میری طبیعت زیادہ
خراب ہو گئی ہے... لہٰذا میرے ڈاکٹر کو فوری طور پر بلوا دیا جائے... ڈاکٹر

صاحب... یعنی پروفیسر داؤد صاحب اپنے اسسٹنٹ خان رحمان کے ساتھ
وہاں پہنچ جائیں گے... کیسی رہے گی۔''

''حد ہو گئی... میں اور محمود تو پھر بھی یہیں رہ گئے۔''

''نہیں رہو گے... تم اپنے انکل سے ملنے کے لیے ان کے کلینک پر
گئے ہوئے تھے... ایسے میں شائستہ کا فون ملا... لہٰذا تم بھی ان کے ساتھ
آگئے... اس میں کوئی مشکل نہیں ہو گی۔''

''بہت خوب! یہ تو ہم سب کے اندر داخل ہونے کے امکانات روشن
ہو گئے... اور کہاں وزیر اعلیٰ صاحب تک نے انکار کر دیا تھا... کمال ہے... اس
سے صاف ظاہر ہے، جب اللہ تعالیٰ راستہ کھول دیں... تب راستہ بنتا ہے...''

پھر انسپکٹر جمشید نے خود پر ڈرائیور کا میک اپ کیا... میک کرنے
کے بعد جب وہ ان کے سامنے آئے تو سب حیرت زدہ رہ گئے:

''کمال ہے... اب تو آپ سو فیصد ڈرائیور لگ رہے ہیں۔''
فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

''چلو اچھا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

پھر فرزانہ شائستہ کو گاڑی میں بٹھا کر لے گئی... گاڑی بھی
انہوں نے شائستہ والی منگوائی تھی... تاکہ کسی کو شک نہ ہو... سہراب خان
گوریجہ کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر وہ کار سے اترے۔ انہوں نے پچھلا دروازہ
کھول دیا...''

''تم بیٹھی رہو فرزانہ... ابھی گیٹ کھل جائے... تو ہم گاڑی سمیت
اندر جائیں گے۔'' شائستہ نے دبی آواز میں کہا۔

جونہی وہ باہر نکلی... اور سیکورٹی گارڈز نے اسے دیکھا، ایک فوراً اس

کی طرف لپکا اور دوسرا گیٹ کھولنے لگا... ان کی طرف آنے والے نے باادب ہو کر کہا:

''آپ کار میں تشریف رکھیں ... گیٹ کھولا جا رہا ہے... بے پی صاحب نے بتا دیا تھا کہ آپ تشریف لا رہی ہیں۔''

''شکریہ!'' شائستہ بولی۔

وہ پھر کار میں بیٹھ گئی۔ انسپکٹر جمشید نے کار کا دروازہ بند کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے... گیٹ پورا کھلتے ہی وہ کار میں اندر کی طرف بڑھے... ان کے اندر داخل ہونے کے بعد گیٹ پھر بند کر دیا گیا...

''انکل! کار اس طرف لے چلیں۔''

''اللہ کی شان ہے... اب ہم کس قدر آسانی سے اندر داخل ہو گئے۔''

''خاموش فرزانہ... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔''

''اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گئی۔''

پھر جونہی انہوں نے شائستہ کی بتائی ہوئی جگہ پر کار پارک کی... چار آدمی تیر کی طرح ان کی طرف آئے... ان کے ہاتھ میں رائفلیں تھیں...

ان کی رائفلیں ان پر تن گئیں...

☆☆☆☆☆

پاپا

وہ حیرت زدہ رہ گئے... ان کے چہروں پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... پھر شائستہ حیرت بھرے لہجے میں ان سے بولی:

''کیا مطلب... یہ سب کیا ہے... ہم نادیہ کے مہمان ہیں۔''

''جانتے ہیں بے بی... لیکن ہم مجبور ہیں۔''

''مجبور ہیں... میں سمجھی نہیں۔''

''کچھ دنوں سے صاحب بہت زیادہ خطرے میں ہیں... ان کے گرد سازشوں کے جال بنے جا چکے ہیں، لہٰذا ہمیں ہدایات ہیں... چاہے کوئی بھی کیوں نہ آئے... چیک ضرور کرو... لہٰذا ہم چیکنگ کریں گے... پھر آپ کو یہاں سے آگے جانے دیں گے اور اس سے پہلے آپ لوگوں سے معافی مانگیں گے۔''

''او کے... آپ پہلے چیکنگ کر لیں... ویسے کیا نادیہ کو یہ بات معلوم ہے۔''

''جی نہیں... معلوم تو نہیں ہے... لیکن اگر انہیں معلوم ہو جائے، تب بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا... کیونکہ ہم بھی تو آخر خان صاحب کا حکم

پورا کر رہے ہیں۔"

"ہوں! آپ کی بات ٹھیک ہے۔"

اب ان کی تلاشی لی گئی... گاڑی کی بھی تلاشی لی گئی... یہ کام آلات کے ذریعے کیا گیا۔ آخر وہ بولے:

"ہمیں افسوس ہے... آپ کو زحمت ہوئی... گاڑی اس طرف لے جائیں..." اس نے اشارہ کیا۔ انسپکٹر جمشید نے سر ہلا دیا اور اس طرف لے گئے جس طرف اشارہ کیا گیا تھا... پھر انہوں نے ان کے لیے پچھلا دروازہ کھولا اور انہیں اترنے کا اشارہ کیا۔

دونوں اندر کی طرف بڑھیں۔ انسپکٹر جمشید وہیں کھڑے گاڑی کی صفائی کرنے لگے... تلاشی لینے والے نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے... اب وہ دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے۔ ایک کمرے کے سامنے رک کر شائستہ نے دستک دی... دروازہ فوراً کھل گیا اور ایک دبی دبی سی آواز سنائی دی:

"آ جائیے شائستہ اور ان کی مہمان صاحبہ۔"

دونوں کمرے میں داخل ہو گئیں... فرزانہ نے دیکھا... کمرے کے درمیان میں ایک انتہائی خوب صورت، دیدہ زیب اور سنہری کام والی مسہری پر گاؤ تکیہ لگائے نادیہ بیٹھی تھی... دونوں اس کے نزدیک پہنچیں تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی... اور ان سے مصافحہ کیا۔ انداز میں گرم جوشی نہیں تھی۔

"کیا ہوا بھئی... خیر تو ہے؟"

"آئیے آئیے! میں ابھی بتاتی ہوں... آپ تشریف رکھیے... کوئی خاص بات نہیں... بس ذرا سر میں درد ہے... تم جانتی ہو شائستہ... میں سر درد سے بہت گھبراتی ہوں... ہاں! کیا نام ہے ان کا۔"

"جی... یہ سلمیٰ کنول ہیں۔" شائستہ بولی۔ فرزانہ کا یہی نام تجویز ہوا تھا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

اس کے بعد شائستہ اور نادیہ ادھر ادھر کی باتوں میں گم ہو گئیں... فرزانہ خاموش سنتی رہی... ایسے میں شائستہ کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے فوراً فون آن کیا اور کان سے لگا لیا:

"ہوں... کیا... اوہو اچھا... اچھا میں دیکھتی ہوں۔"

فون بند کرتے ہی اس نے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا:

"میرے ڈرائیور کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے... اس کے ڈاکٹر کو فوری طور پر یہیں بلوانا پڑے گا... کہہ رہا ہے... حالت بہت خراب ہے۔"

"تب پھر ڈاکٹر کو فون کر دیں... میں ملازم کو دروازے پر بھیج دیتی ہوں... وہ ڈاکٹر کو ان تک لے جائے گا۔"

"میں اور سلمیٰ ذرا اسے ایک نظر دیکھ آئیں... دلاسہ دے آئیں... ساتھ ہی میں ڈاکٹر کو فون کر دیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے... کوئی حرج نہیں... بلکہ میں بھی ساتھ ہی چلتی ہوں اور تم پسند کرو تو اپنے ڈاکٹر کو بلا لیتی ہوں۔"

"نہیں... وہ صرف اپنے ڈاکٹر سے ہی علاج کرانا پسند کرتا ہے۔"

یہ کہہ کر شائستہ نے اپنے والد کے نمبر ڈائل کر ڈالے... ساتھ ہی بولی:

"ڈاکٹر صاحب... شائستہ بات کر رہی ہوں... آپ کے مریض

کی طبیعت اچانک بہت خراب ہوگئی ہے... اور میں اس وقت اس کے ساتھ سہراب خان گوریجہ صاحب کی کوٹھی میں ہوں... آپ فوراً آجائیے... گیٹ پر ملازم آپ کو انتظار کرتا ملے گا۔ اس کے ساتھ اندر آجائیے گا..."

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگی... پھر بولی:

"بے چارے ڈاکٹر صاحب... بہت شریف ہیں۔ اپنے دو بچوں اور ایک دوست کے ساتھ سیر کے لیے جا رہے تھے... اب راستے سے مڑ کر ادھر آ رہے ہیں... ڈرائیور کو دیکھنے کے بعد پھر سیر کے لیے روانہ ہو جائیں گے... نادیہ آپ ذرا ملازم کو ہدایات دے دیں... وہ ڈاکٹر صاحب کو گاڑی سمیت اندر لے آئیں اور میرے ڈرائیور تک پہنچا دیں۔"

"فکر نہ کرو۔" وہ بولی۔

پھر وہ کمرے سے نکل آئیں... اور انسپکٹر جمشید کے پاس آ گئیں... وہ کار کی سیٹ کو لمبا کر کے اس پر لیٹے نظر آئے... چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے... شائستہ نے نزدیک ہوتے ہوئے کہا:

"گھبرائیں نہیں... میں نے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے اور وہ آ رہے ہیں... وہ اپنے بچوں اور دوست کے ساتھ سیر کے لیے نکلے ہوئے تھے... فون سنتے ہی ادھر کا رخ کر لیا..."

"وہ... وہ بہت اچھے انسان ہیں... اور میں شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں... بائیں بازو اور دل کے آس پاس بہت درد ہے..."

"اللہ رحم فرمائیں... کیا ہم آپ کو بستر پر لٹا دیں... یہاں نزدیک ہی ایک کمرہ خالی ہے... اس میں آرام دہ بستر موجود ہے۔" نادیہ نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت بہت شکریہ! میں اس کی ضرورت تو محسوس کر رہا ہوں... لیکن... آپ کو زحمت ہوگی۔"

"زحمت کیسی... یہ محل نما کوٹھی ہے... اس میں تو بے شمار کمرے خالی پڑے رہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... میں سامنے والے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔"

"کیا آپ... چل سکیں گے۔" نادیہ بولی۔

"ہاں! کیوں نہیں... ان شاء اللہ چل سکوں گا۔"

انہوں نے کار کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آئے... پھر ایک ایک قدم اٹھا کر اس کمرے کی طرف بڑھنے لگے...

"کیا میں سہارا دوں؟" فرزانہ بولی۔

"نہیں... بس... شکریہ... میں چلا جاؤں گا۔" انہوں نے کہا اور پھر دروازے تک پہنچ گئے... اس وقت تک نادیہ خود آگے جا کر کمرے کا دروازہ کھول چکی تھی۔ انسپکٹر جمشید اندر جاتے ہی بستر پر لیٹ گئے۔

"آیئے نادیہ! ہم اپنے کمرے میں چلیں... ڈاکٹر صاحب یہاں آ ہی جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے..."

عین اس لمحے ایک نو عمر لڑکے کی آواز سنائی دی:

"یہ یہاں کیا ہو رہا ہے نادیہ۔"

"اوہ آپ بھیا... یہ میری سہیلی شائستہ ہیں اور یہ ہیں ان کی دوست سلمیٰ... ان کے ڈرائیور کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی..."

"تب پھر ڈاکٹر کو بلوائیں نا باجی۔"

"ہاں فون کر دیا ہے... ان کے ڈاکٹر آ رہے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔" یہ کہہ کر وہ آگے چلا گیا۔

وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے...

" یہ آپ کے بھائی ہیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"ہاں! میرے چھوٹے بھائی ... بس ہم دو ہی بہن بھائی ہیں... میری والدہ کے ہاں ان کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی... ڈاکٹر حضرات نے انہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ان کی جسمانی حالت ایسی ہے کہ صرف دو مرتبہ آپریشن سے اولاد ہو سکتی ہے... تیسری بار کی گنجائش نہیں... اور..."

ایسے میں باہر تیز ہارن کی آواز سنائی دی... نادیہ کا بھائی بھی یہ آواز سن کر اس طرف مڑا... اور واپس قدم اٹھانے لگا...

انہوں نے دیکھا... ایک بڑی اور شاہی قسم کی کار اندر چلی آ رہی تھی۔ نادیہ بڑبڑائی:

"حیرت ہے... پاپا اور ممی اس قدر جلد آ گئے... انہیں تو آج رات کو واپس آنا تھا..."

کار اس جگہ آ کر رکی... جہاں انسپکٹر جمشید نے کھڑی کی تھی... پھر اس میں سے سہراب خان گوریچہ اترے... ان کے دائیں ہاتھ میں ہاتھی دانت کی چھڑی تھی۔ اس کا دستہ سنہری تھا... وہ انہیں دیکھ کر ٹھٹک گئے:

"نادیہ... یہ کون لوگ ہیں... میں غالباً انہیں زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ میری سہیلی شائستہ ہیں، انہیں تو آپ جانتے ہیں نا۔" نادیہ مسکرائی۔

"ہاں! بہت اچھی طرح... میں تو ان حضرات کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"یہ شائستہ کی سہیلی ہیں... اور اندر کمرے میں شائستہ کے ڈرائیور ہیں، ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے... ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے... وہ آتے ہی ہوں گے۔"

عین اس لمحے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... وہ اس طرف مڑے... ایک شخص ڈاکٹر کے لباس میں آتا نظر آیا... اس کے ساتھ ایک نوجوان اور دو لڑکے چلے آ رہے تھے...

"اتنے بہت سے لوگ؟" سہراب خان گوریچہ کے منہ سے نکلا... یہ کہتے ہوئے اس نے چھڑی پر دباؤ ڈالا... پھر نادیہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ ڈاکٹر صاحب ہیں... ان کے ساتھ ان کے نائب ہیں... اور یہ ان کے بچے ہوں گے... کیوں شائستہ... یہی بات ہے نا۔"

"ہاں! بالکل۔"

"او کے... میں چلتا ہوں... آیئے بیگم... نادیہ دیکھ لے گی ان کے معاملے کو۔"

"ہاں ہاں... آپ چلیں۔"

وہ جانے کے لیے مڑ گئے... ڈاکٹر صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں چلے گئے اور انسپکٹر جمشید پر جھک گئے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے سرگوشی میں کہا:

"میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں... میری طبیعت بہت زیادہ خراب کا بہانا کر کے یہاں سے فوراً نکل چلیے۔"

"اوہ اچھا۔" ان کے منہ سے نکلا۔

اب پروفیسر داؤد پریشان صورت لیے کمرے سے نکلے اور نادیہ سے بولے:

"انہیں فوراً ہسپتال لے جانا پڑے گا... حالت خطرناک ہے... آپ کی اجازت ہے۔"

نادیہ نے شائستہ کی طرف دیکھا.. وہ فوراً بولی:

"ٹھیک ہے... میں بھی پھر چلتی ہوں... اچھا نادیہ... پھر کسی دن آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے... مجھے افسوس ہے... تم اس وقت پریشان ہو... ہم اکٹھے بیٹھ کر نہ باتیں کر سکے... نہ کچھ کھا پی سکے۔"

"کوئی بات نہیں... پھر سہی۔"

اب اس نے اندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"چلیے پھر انہیں لے چلتے ہیں۔"

خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے انہیں سہارا دیا اور کمرے سے لے آئے... وہ انہیں لیے اپنی کار کی طرف بڑھے... ایسے میں ایک بار پھر بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... وہ چونک اٹھے... انہوں نے دیکھا، پولیس نیم دائرے کی صورت میں ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں... ایسے میں ایک طرف سے سہراب خان گوریچہ نمودار ہوا۔ اس نے سرد آواز میں کہا:

"ان لوگوں کو گرفتار کر لیں... یہ دھوکا دہی سے اندر داخل ہوئے ہیں۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پاپا... کیا کر رہے ہیں۔"

"بے بی! تم چپ رہو... تمہیں کچھ معلوم نہیں۔"

"مجھے کچھ معلوم نہیں... مجھے کیا معلوم نہیں..." نادیہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"میرے خلاف آج کل سازشوں کے جال بچھے ہیں... کسی وقت بھی کوئی سازش میرے خلاف کامیاب ہو گئی تو میں الیکشن نہیں لڑ سکوں گا... مجھے ان لوگوں کی یہاں موجودگی سازش لگتی ہے... اور پھر" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"اور پھر کیا پاپا۔"

"اور تمہاری جو سہیلی ہیں نا... شائستہ صاحبہ... یہ پروفیسر داؤد کی بیٹی ہیں۔"

"بالکل ہیں... یہ بات بھلا کسے معلوم نہیں... نہ انہوں نے کبھی یہ بات چھپائی ہے... پھر اس سے کیا ہوتا ہے پاپا۔"

"اس سے بہت کچھ ہوتا ہے... انسپکٹر جمشید اور پروفیسر داؤد بہت گہرے دوست ہیں... ابھی ایک روز پہلے انسپکٹر جمشید نے مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش کی تھی... لیکن میں نے ملنے سے انکار کر دیا تھا... اس کے بعد..."

"اوہو! آپ نے انکار کیوں کر دیا تھا... وہ تو بہت نیک نام اور عالمی شہرت یافتہ شخص ہیں۔"

"سن تو لو... اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ملاقات کے لیے زبردست کوششیں کیں... وزیراعلیٰ تک سے بات کی... لیکن بھلا وہ اس سلسلے

میں کیا کر سکتے تھے جب کہ میں ان سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔"

"یہی تو میں جاننا چاہتی ہوں... آپ ان سے کیوں نہیں ملنا چاہتے تھے۔"

"میں نے بتایا نا... آج کل میرے خلاف سازشوں کے جال بچھے ہیں... انسپکٹر جمشید کا ملاقات کے لیے کوشش کرنا بھی کسی سازش کا حصہ ہے... دوسری سیاسی پارٹیاں ان کے ذریعے مجھ پر الزام عاید کرنا چاہتی ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... آپ تو مجھے ڈرائے دے رہے ہیں، لیکن شائستہ میری دوست ہے... اور ان کے ساتھیوں کو میری وجہ سے کوئی پریشانی ہوئی تو میں بھی سکون سے نہیں رہ سکوں گی... ان لوگوں کے خلاف آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

"ثبوت بھی ابھی پیش کر دیتے ہیں۔" پولیس آفیسر آگے آتے ہوئے بولے۔

"چلیے پھر کریں۔" نادیہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے... سب لوگ پارک میں چلتے ہیں... یہاں کب تک کھڑے رہیں گے۔"

وہ پارک میں چلے آئے... اب سہراب خان پولیس آفیسر کی طرف مڑے:

"آپ اپنا کام شروع کریں... اگر ان میں سے کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے تو پھڑکا دیں... میں دیکھ لوں گا۔"

"او کے سر۔"

اب اس نے اپنے پاس کھڑے ادھیڑ عمر شخص سے کہا:

"ان کے چہروں کو چیک کریں... انہوں نے اپنے حلیے تو تبدیل نہیں کر رکھے۔"

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔ ایسے میں ایک اور آواز ابھری:

"یہ کیا ہو رہا ہے پاپا؟"

☆☆☆☆☆

خبردار

یہ آواز ان کے بیٹے کی تھی... سہراب خان گوریچہ نے چونک کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا، پھر بولے:

"صولت! آپ یہاں کیوں آئے... جائیں اپنے کمرے میں۔"

"نہیں پاپا... میں دیکھنا چاہتا ہوں... یہاں کیا ہو رہا ہے..."

"میں نے کیا کہا ہے۔" وہ ذرا تیز آواز میں بولے۔

"آپ نے جو کہا ہے... میں سن چکا ہوں... جو میں نے کہا ہے... آپ بھی سن چکے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"صولت!" سہراب خان گرجے۔

اب تو سب کی نظریں صولت پر جم گئیں... اس کے چہرے پر خوف نام کی کوئی چیز نہیں تھی... جب کہ سہراب خان کا چہرہ مارے غصے کے سرخ تھا... پھر یک دم انہوں نے اپنا رخ پولیس آفیسر کی طرف کر لیا:

"آپ اپنا کام کریں... صولت سے میں بعد میں بات کروں گا۔"

"ضرور پاپا... کیوں نہیں۔" وہ ہنسا۔

"بُری بات صولت... بُری بات۔" نادیہ نے پریشان آواز منہ سے

نکالی۔

"لیکن باجی... آپ یہ بھی دیکھیں... میں اگر یہاں آ گیا تو اس سے کیا ہو گیا... کیا اور سب لوگ یہاں موجود نہیں ہیں۔"

"ہوں خیر... ہم پہلے ہی بہت پریشان ہیں... اب تم اس پریشانی میں اور اضافہ نہ کرو۔"

"او کے... او کے... اپنا اپنا کام جاری رکھیں... میں یہیں موجود ہوں۔" اس نے اب بھی لاپروائی سے کہا۔

ادھر انسپکٹر جمشید اس وقت عجیب سی بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ ان کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں... ان کی اس حالت سے ان کے ساتھی بے خبر نہیں رہے تھے... اور وہ حیران تھے کہ ایسا کیوں ہے... ادھر میک اپ چیک کرنے کا ماہر ان کے چہروں کا مختلف طریقوں سے جائزہ لے رہا تھا۔ آخر اس نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا:

"یہ سب میک اپ میں ہیں... بس یہ بچی میک اپ میں نہیں ہے۔" اس نے شائستہ کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت خوب! یہی میرا خیال تھا... اب ان کے میک اپ اتار دیں... یا یہ پسند کریں تو خود ہی اتار دیں... تاکہ وقت بچ جائے۔"

"اچھی بات ہے سہراب خان گوریچہ صاحب... آپ بھی کیا یاد کریں گے..." یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے میک اپ ختم کر دیا... ان کے ساتھ ہی دوسروں نے بھی ختم کر دیا...

"ارے... یہ... یہ کیا؟" مارے حیرت کے نادیہ کے منہ سے نکلا۔

سہراب خان گوریچہ بھرپور انداز میں مسکرائے اور بولے:

"یہی تو میں دکھانا چاہتا تھا... یہ لوگ تمہارے ذریعے میرے خلاف سازش کر رہے ہیں... لیکن ان کی سازش دم توڑ گئی۔"

"نہیں نہیں... یہ نہیں ہو سکتا... شائستہ ایسی نہیں ہے۔"

"میں بتاتا ہوں بے بی نادیہ... شائستہ واقعی ایسی نہیں ہے... لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم ایک قتل کی تفتیش کر رہے ہیں... اس سلسلے میں ہم سہراب خان گوریجہ صاحب سے ملنا چاہتے تھے، لیکن انہوں نے ملاقات کا راستہ بند کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا... حالانکہ اگر یہ فوری طور پر ہم سے مل لیتے تو ہم ان پر شک بھی نہ کرتے... لیکن جب انہوں نے مسلسل انکار کیا تو میں شک کرنے پر مجبور ہو گیا... اب اگر یہ میرے چند سوالات کا جواب دے دیں تو ہم یہیں سے لوٹ جائیں گے... اور اس کیس پر کام جاری رکھیں گے... اگر کیس سے ان کا کوئی تعلق ثابت نہ ہوا تو ہم ان سے کوئی غرض نہیں رکھیں گے..." انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"ہرگز نہیں... اب یہ نہیں ہوگا۔" سہراب خان تیز لہجے میں بولے۔

"کیا مطلب... ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

"انسپکٹر صاحب... انہیں گرفتار کر لیں... یہ میرے گھر میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں۔"

"م... میں..." انسپکٹر ہکلا کر رہ گیا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں... گرفتار کر لیں۔"

"یہ ایسا نہیں کر سکتے... انسپکٹر صاحب... آپ جا سکتے ہیں... اپنے ماتحتوں سمیت، میں ان سے چند سوالات کروں گا... اگر انہوں نے جوابات نہ دیے تو پھر میں دیکھوں گا کہ ان کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔"

"کیا!!!" وہ دھاڑے۔

"آہستہ بولیں... آہستہ... دھاڑنے کے موقعے شاید آگے اور زیادہ آئیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"انسپکٹر! اگر آپ نے انہیں فوری طور پر گرفتار نہ کیا تو میں آپ کو ملازمت میں نہیں رہنے دوں گا۔"

"انسپکٹر صاحب... آپ فکر نہ کریں اور جائیں... آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔"

بے چارہ انسپکٹر الجھن میں مبتلا ہو گیا:

"نہ آپ ملازمت میں رہیں گے، نہ انسپکٹر جمشید۔" سہراب خان بولے۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس سلسلے میں آئی جی صاحب سے بات کر لی جائے... یہ مجھ سے سینئر ہیں... پھر ان کا کوئی جرم بھی میری نظروں میں نہیں ہے... لہٰذا میں انہیں گرفتار نہیں کر سکتا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر... آپ کو ان کا جرم نظر نہیں آیا... جب کہ یہ میری کوٹھی میں دھوکا دہی سے داخل ہوئے ہیں۔"

"ان کے پاس اجازت نامہ موجود ہے، یہ اس قسم کی دخل اندازی کر سکتے ہیں۔"

"لیکن میرے ہاں اس قسم کی دخل اندازی نہیں کی جا سکتی۔"

"اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں... آپ آئی جی صاحب سے بات کر لیں۔"

"او کے..."

اب انہوں نے فون پر نمبر ملائے... جلد ہی وہ بولے:

"میں اس وقت اپنی کوٹھی میں ہوں... یہاں انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں نے خوب گڑ بڑ کی ہے... میں چاہتا ہوں... انہیں گرفتار کر لیا جائے... وہ میری کوٹھی میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں۔"

دوسری طرف کی بات سن کر انہوں نے فون بند کر دیا... پھر ان کی طرف مڑے:

"میں نے وزیر اعلیٰ سے بات کی ہے، وہ ابھی آئی جی صاحب کو حکم دیں گے... اور وہ انسپکٹر جمشید کی گرفتاری کا حکم دیں گے... لہٰذا ہمیں کچھ انتظار کرنا ہوگا۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ ہمیں کچھ انتظار کرنا ہوگا... کیوں نہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر میں آپ سے چند سوالات کر لوں... ایک عورت کو قتل کیا گیا ہے... وہ غالب ہسپتال میں ملازم تھی..."

"جن سوالات کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں... وہ مجھ سے کیے جائیں... یہ بات مجھے پسند نہیں... اور پھر انسپکٹر... آپ کی حیثیت کیا ہے... مجھ سے تو وزیر اعلیٰ بھی اس بارے میں سوالات نہیں کر سکتے۔"

"وہ نہیں کر سکتے... میں ضرور کر سکتا ہوں..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں..."

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... انسپکٹر جمشید نے سیٹ نکال کر کان سے لگا لیا... دوسری طرف آئی جی صاحب تھے:

"یہ... یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو جمشید۔" ان کی آواز میں کپکپی تھی۔

"ایک خاتون کے قتل کی تفتیش سر۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ذمے دار تم خود ہو گے۔"

"مجھے یہ بات بہت اچھی طرح یاد ہے سر۔"

"اب جلدی سے تفصیل سنا دو... یہاں اور کون کون ہے..."

انہوں نے تفصیل سنا دی... تب آئی جی بولے:

"وزیر اعلیٰ صاحب کا حکم ہے کہ تم کو گرفتار کر لیا جائے۔"

"میرے پاس صدر صاحب کا اجازت نامہ ہے... اس کی موجودگی میں اگر مجھے گرفتار کیا جائے گا تو یہ اس اجازت نامے کی توہین ہوگی سر... پہلے اس پہلو پر غور کر لیں... وزیر اعلیٰ سے بات کر لیں... اور پھر صدر صاحب سے بھی... میں تو گرفتاری دے دوں گا... لیکن اخبارات میں یہ بات دھوم دھام سے شائع ہوگی کہ پولیس نے صدر صاحب کے اجازت نامے کی دھجیاں اڑا دیں۔"

"جمشید! تم میرے لیے الجھن پیدا کر رہے ہو۔"

"نہیں سر... آپ وہی کریں... جو قانون کہتا ہے... قانون اس وقت وزیر اعلیٰ کے ساتھ نہیں... آپ کے ساتھ نہیں... سہراب خان گوریچہ کے ساتھ نہیں... میرے ساتھ ہے... ہاں... پہلے وہ اجازت نامہ منسوخ کیا جائے... اس کے بعد میری گرفتاری کے احکامات جاری کیے جائیں... اس وقت میرا موقف یہ ہوگا کہ مجھے جس الزام میں گرفتار کیا جا رہا ہے... وہ جرم تو اجازت نامے کی موجودگی میں ہوا ہے... لہٰذا گرفتار کیسے کر سکتے ہیں اور پھر سر... یہ معاملہ ملک کی اعلیٰ عدالت میں جائے گا... تب کیا ہوگا سر... اس وقت [illegible]ر کر لیں۔"

انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے... دوسری طرف
سے آئی جی صاحب کی آواز سنائی نہ دی... وہ گہری سوچ میں ڈوب چکے
تھے... اس وقت سہراب خان گوریچہ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا
جا رہا تھا... ایسے میں آئی جی صاحب بولے:

"ٹھیک ہے جمشید... تم جیت گئے... فون گوریچہ صاحب کو دو۔"

انہوں نے فون گوریچہ صاحب کو دے دیا... وہ دوسری طرف
کی بات سنتے رہے۔ آخر انہوں نے تھکے تھکے انداز میں کہا

"ٹھیک ہے... لیکن میں فوراً یہ حکم سننا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف کی بات سن کر انہوں نے فون پھر انسپکٹر جمشید کو
دے دیا۔ انہوں نے سنا... آئی جی صاحب کہہ رہے تھے:

"جمشید... تم کوٹھی سے نکل آؤ... اور وہیں سے سیدھے ادھر
میرے پاس آ جاؤ۔"

"جی بہت بہتر۔" انہوں نے کہا اور مسکرا دیے...
سیٹ جیب میں رکھتے ہوئے انہوں نے گوریچہ صاحب سے کہا:

"شکریہ جناب! مجھے آئی جی صاحب نے حکم دیا ہے کہ میں یہاں
سے نکل کر سیدھا ان کے پاس پہنچ جاؤں... امید ہے... آپ کو اس پر کوئی
اعتراض نہیں ہوگا اور اب آپ انسپکٹر صاحب کو میری گرفتاری کے لیے نہیں کہیں
گے۔"

"ٹھیک ہے... آپ جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ! آؤ بھئی چلیں... ان سے ہماری بہت جلد ملاقات ہوگی۔"

یہ کہتے ہوئے اپنی کار میں بیٹھ گئے۔ بچے ان کے ساتھ بیٹھ گئے... کچھ دوسری

کار میں بیٹھ گئے۔

"اب ایسا کچھ نہیں ہوگا... میری اور آپ کی ملاقات اب کبھی نہیں
ہوگی۔ آپ کو دفتر پہنچ کر احکامات مل جائیں گے۔"

"یہ وقت بتائے گا... کہ اب کیا ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے کار گیٹ کی طرف بڑھا دی...
انسپکٹر بھی اپنے ماتحتوں کو ساتھ لے کر باہر کی طرف چل پڑا... نادیہ بت بنی
کھڑی رہ گئی۔

وہ سب آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے:

"جمشید... صدر صاحب کا تحریری حکم... تمہارے لیے۔"

"میں جانتا ہوں سر... ان کا حکم ہے... میں خصوصی اجازت نامہ
آپ کے حوالے کر دوں۔"

"بالکل... اس کے ساتھ ہی ایک حکم اور بھی ہے۔" آئی جی صاحب
نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"اور وہ یہ سر کہ... مجھے معطل کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں! جمشید! میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا... بھڑوں کے چھتے
میں ہاتھ نہ ڈالو۔"

"سر! ایک عورت کو قتل کیا گیا ہے۔"

"تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ اس معاملے میں سہراب خان
گوریچہ کا ہاتھ ہے۔"

"میں کیس پر کام کر رہا ہوں سر... اور تفتیش کرنا میرا حق ہے...
سہراب خان نے بلاوجہ تفتیش کے راستے میں روڑے اٹکائے ہیں..."

"تم نہیں جانتے... وہ بہت اونچے درجے کے شخص ہیں..."

"لیکن سر... قانون سب کے لیے برابر ہے۔"

"یہ بھی تو سوچو... اب تم اس عورت کے لیے کیا کرو گے... کیا کر سکو گے۔"

"سر! میں اس کیس پر کام جاری رکھوں گا۔"

"لیکن اب تمہیں قانون کی سرپرستی حاصل نہیں ہو گی۔"

"میں جانتا ہوں سر... لیکن ذرا غور کریں... شوکی برادرز بھی تو اس ملک میں مجرموں کے خلاف کام کرتے ہیں... ہم کیوں نہیں کر سکیں گے۔"

"قانون ہر قدم پر تمہارے مقابلے میں کھڑا ملے گا۔"

"اللہ مالک ہے... کیا اب مجھے اجازت ہے سر۔"

"ہاں جمشید... میرا دل... دماغ... میری تمام تر ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں... لیکن میں قانون کے لحاظ سے اب تمہارے ساتھ نہیں ہوں..."

"کوئی بات نہیں سر... یہ بھی بہت ہے کہ آپ کی ہمدردیاں اب بھی میرے ساتھ ہیں... اللہ حافظ!"

اور وہ ان سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آئے... جونہی وہ اپنی گاڑیوں میں بیٹھے... ایک نیلے رنگ کی کار نے ان کا تعاقب شروع کر دیا...

"اب یہ لوگ سائے کی طرح ہمارا تعاقب کریں گے..."

"یہ کون لوگ ہیں ابا جان۔"

"قانون کے محافظ... وہ بولے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے...

اور پھر جونہی وہ گھر کے سامنے پہنچے... بہت زور سے اچھلے:

☆☆☆

آپریشن

گھر کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا اور اندر کسی کی موجودگی کے آثار بالکل نہیں تھے... بیگم جمشید تو اس طرح دروازہ کھلا چھوڑ ہی نہیں سکتی تھیں۔

"امی جان۔" محمود، فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ چلائے۔

پھر سب اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دوڑے... لیکن بیگم جمشید کا کہیں پتا نہیں تھا... اب وہ دوڑ کر بیگم شیرازی کے گھر آئے... ان کا دروازہ بھی کھلا تھا اور وہ بھی غائب تھیں... اور دونوں گھروں کے صحن میں انہیں تنظیم "R" کا ایک ایک کارڈ پڑا دکھائی دیا۔

"اس کا مطلب ہے... جس طرح اس خاتون کو اصل مجرم نے "R" کے ذریعے قتل کروایا، اسی طرح ان دونوں کو اس کے ذریعے اغوا کرایا... ہم ادھر مصروف رہے اور ادھر یہ لوگ حرکت میں آ گئے۔ خیر کوئی بات نہیں... اللہ مالک ہے۔"

عین اس لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... کوئی دوسری طرف سے کھردری آواز میں کہہ رہا تھا:

"یہ تو ابتدا ہے... اگر آپ نے خود کو اس عورت کے قتل والے

معاملے سے الگ نہ کیا تو ان دونوں کی لاشیں بھی اسی جنگل میں گرائی جائیں گی اور ملیں گی کسی سڑک کے کنارے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے شکریہ... کیس سے الگ ہونے کے بارے میں مجھے کس سے رابطہ کرنا ہوگا۔"

"اسی نمبر پر رنگ کر دینا... دونوں عورتوں کو چھوڑ دیا جائے گا..."

"میں ابھی ایک گھنٹے تک آپ کو رنگ کرتا ہوں۔" انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"بہت خوب... لگتا ہے... جلد ہی عقل آ گئی آپ کو۔"

"جی ہاں! اللہ کی مہربانی سے... بس آپ ایک گھنٹا انتظار کریں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

اور پھر انہوں نے فون بند کر دیا... ساتھ ہی وہ بولے:

"خان رحمان... جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"نہ بھئی... میرا تم سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں۔"

"حد ہو گئی... ارے بھئی... دشمن سے جنگ کا وقت آ گیا... اس سے زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو چکی ہے... کیوں پروفیسر صاحب۔" وہ پرجوش انداز میں کہتے چلے گئے۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"وہ نہیں جانتے... پروفیسر داؤد کیا چیز ہیں... جب میں اب اس سے فون پر بات کروں گا تو پروفیسر صاحب اپنے آلات کے ذریعے وہ سمت معلوم کر لیں گے... جہاں مجرم لوگوں کا اڈہ ہے... اور بس ہم اس طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

"لیکن ابا جان! صرف سمت معلوم کرنے سے بھلا ہم مجرموں تک کیسے پہنچ جائیں گے۔"

"ہم اس سے صرف ایک بار بات نہیں کریں گے... بلکہ تین چار بار بات کریں گے اور اس دوران ہم اس سے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے۔ پھر اُلو کی آواز ہمارے کام آئے گی۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ پھر ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے فون آن کیا تو وہی آواز سنائی دی۔

"کیا فیصلہ کیا انسپکٹر جمشید؟"

اس کے ساتھ ہی پروفیسر داؤد کے آلات نے اشارہ دے دیا... اس وقت اس فون کا کنکشن ان کے آلات سے جڑا ہوا تھا... انہوں نے جلدی جلدی کچھ لکھنا شروع کیا اور انسپکٹر جمشید کو اشارہ دیا کہ وہ اسے باتوں میں لگائے رکھیں۔ انہوں نے سر ہلا دیا اور فون میں بولے:

"ہم نے آپ کی شرط مان لینے کا فیصلہ کیا ہے... لیکن۔"

"لیکن کیا؟" ادھر سے پوچھا گیا۔

"ہماری بھی ایک شرط ہے۔"

"اور وہ کیا ہے۔"

"ہم ابھی اس شرط پر بات کر رہے تھے اور پوری طرح فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ آپ کا فون آ گیا... مہربانی فرما کر پندرہ منٹ کی مہلت اور دے دیں... اس کے بعد ہم اپنا آخری فیصلہ بھی سنا دیں گے اور شرط بھی بتا دیں گے۔"

"ایک منٹ... میں اپنے بڑوں سے بات کر کے ہی کچھ کہہ سکتا

ہوں۔"

"ضرور... کیوں نہیں... میں انتظار کر رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے فون بند نہیں کیا گیا... ادھر پروفیسر داؤد کا قلم تیزی سے چل رہا تھا... ایک منٹ بعد آواز پھر ابھری:

"انسپکٹر جمشید... آپ کو پندرہ منٹ کی مہلت دی جاتی ہے۔"

"شکریہ... بہت بہت۔"

اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا...

"جلدی اٹھو جمشید... پندرہ منٹ میں ہم جتنا فاصلہ طے کر لیں بہتر ہے۔"

"اور باہر پولیس کی گاڑی جو ہماری نگرانی کے لیے موجود ہے۔"

"کوئی حرج نہیں... بلکہ یہ ہمارے لیے فائدہ مند ہے... آؤ جلدی کرو۔"

وہ فوراً خان رحمان کی بڑی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ پولیس کی گاڑی نے فوراً ہی تعاقب شروع کر دیا... ادھر انسپکٹر جمشید نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... ان کی آواز سنتے ہی انہوں نے کہا:

"سر... کیا آپ۔"

"مجھے افسوس ہے جمشید... میں تم سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔"

"میں اپنی بات نہیں کروں گا سر... میں تو R کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج تک تنظیم R کا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہو سکا... ان کے بارے میں ہمارے محکمے کے پاس کوئی سراغ سرے سے نہیں ہے... جب کہ حکومت کی پوری کوشش ہے کسی طرح اس خوفناک تنظیم کے کارکنوں کو پکڑ لیا

جائے یا ختم کر دیا جائے... اگر میں اس وقت اس تنظیم کے کارکنوں کو گرفتار کرا دوں تو؟"

"کیا واقعی ایسی بات ہے جمشید۔"

"بالکل سر... آپ جانتے ہیں، میں جھوٹ نہیں بولتا اور یہ بھی کہتا چلوں کہ میں اس کام میں اپنا کوئی عمل دخل ظاہر نہیں کروں گا... یہ مہم خاص آپ کے نام ہوگی۔"

"مجھے اس کا کوئی لالچ نہیں... لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تنظیم R گرفتار ہو جائے۔"

"آج یہ موقع حاصل ہے... ہم اس وقت اس کے راستے پر جا رہے ہیں... پولیس کی گاڑی ہمارے تعاقب میں ہے... اگر آپ بھی آجائیں... اور اپنے تعاقب میں چند گاڑیاں لے آئیں تو اس بات کا زبردست امکان ہے کہ وہ سب یا ان کے کچھ کارکن ضرور ہی گرفتار کیے جا سکیں گے... اور ایک بار چند کارکن گرفتار ہو گئے تو آئندہ سب کے گرفتار ہونے کے امکانات بہت زیادہ روشن ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جمشید... لیکن تمہارا نام درمیان میں ہرگز نہیں آئے گا... کیونکہ اس وقت تمہاری سرکاری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر..."

"میں آرہا ہوں... سڑک بتاؤ۔"

انہوں نے اپنی پوزیشن بتا دی... اور پھر فون بند کر دیا... ان کا سفر تیزی سے جاری رہا... پندرہ منٹ گزرنے پر فون کی گھنٹی پھر بجی... پروفیسر داؤد پھر حرکت میں آگئے... ان کی نظریں اپنے آلات پر جم گئیں... وہ اب پھر

تیزی سے لکھ رہے تھے... ادھر انسپکٹر جمشید نے مجرم کی آواز سن کر کہا:

"ہاں جناب... ہم نے فیصلہ کرلیا ہے... اس کیس سے الگ ہونے کا... اور اپنی شرط بھی ختم کردی ہے..."

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"بس ہماری کوئی شرط نہیں... آپ ان دونوں کو رہا کردیں... ہم اس کیس سے بالکل الگ ہو رہے ہیں۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات، لیکن انسپکٹر جمشید... یہ بات کان کھول کر سن لیں... اگر آپ نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی... یا اس معاہدے کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی... تو پھر ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

"اچھا تو پھر سنو... آدھ گھنٹے کے اندر اندر دونوں خواتین کو چھوڑ دیا جائے گا... وہ خود بخود اپنے گھر پہنچ جائیں گی... آپ آرام سے گھر بیٹھیں۔"

ادھر تو موبائل پر بات ہو رہی تھی... ادھر پروفیسر داؤد کا قلم چل رہا تھا۔ آخر جونہی فون بند ہوا، وہ چلا اٹھے:

"مبارک ہو جمشید... ہم ان کے اڈے کے بالکل نزدیک پہنچ چکے ہیں... اور مجھے وہ سمت صاف نظر آ رہی ہے... وہ اس سمت میں موجود ہیں... ہم اور نزدیک پہنچ کر بالکل صاف طور پر یہ اندازہ بھی کرلیں گے کہ وہ کس عمارت میں موجود ہیں۔"

"کک... کیا واقعی۔"

"ہاں جمشید... اللہ کی مہربانی سے۔"

"اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہوگی... لیکن ہم ان کے گرد گھیرا اس وقت تنگ کریں گے... جب دونوں خواتین گھر پہنچ جائیں گی... اور اپنی حفاظت کا بندوبست کرلیں گی... یعنی آدھ گھنٹے بعد۔"

"ٹھیک ہے..."

اب انہوں نے آئی جی صاحب سے رابطہ کیا... اپنی موجودہ صورت حال کے بارے میں بتایا... پھر مجرموں کے پروگرام کے بارے میں بھی بتایا... آخر آدھ گھنٹے بعد انہوں نے گھر کے نمبروں پر فون کیا... دوسری طرف سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی اور وہ بولے:

"بیگم... بیگم شیرازی کو ساتھ لے کر فوراً آئی جی صاحب کے گھر چلی جاؤ... یہاں ابھی خطرہ ہے..."

"اوہ... اچھا... آپ لوگ اس وقت کہاں ہیں۔"

"فی الحال نہ پوچھو... اور فوراً گھر سے نکل جاؤ۔"

"اچھی بات ہے..."

"میں پندرہ منٹ بعد آئی جی صاحب کے گھر کے نمبر پر فون کروں گا... تاکہ معلوم ہو جائے۔ آپ دونوں وہاں پہنچ گئی ہیں یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

انہوں نے فون بند کردیا... پھر پروفیسر داؤد سے بولے:

"اب آپ اپنا کام شروع کریں۔"

"اچھا جمشید... میں سمت بتاتا جاؤں گا... تم گاڑی آگے بڑھاتے رہنا۔"

"ٹھیک ہے۔"

انہوں نے ایک بار پھر آئی جی صاحب سے رابطہ کیا... اور پروفیسر داؤد کے پروگرام کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے کہا:

"ٹھیک ہے... میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں... جونہی آپ یہاں پہنچیں گے... ہم ست بتا کر خود پیچھے ہٹ جائیں گے... بلکہ ادھر ادھر ہو جائیں گے۔"

"یہ بالکل ٹھیک رہے گا۔" انہوں نے جوش کی حالت میں کہا۔

فون بند کر کے انہوں نے اپنی خفیہ فورس کو ہدایات دیں... اس فورس کا تعلق براہ راست پولیس سے نہیں تھا... حکومت انہیں ان کے اخراجات ضرور دیتی تھی... لیکن یہ لوگ اصل میں ان کے علاوہ کسی کو جواب دہ نہیں تھے... بس انہیں سے متعلق تھے... اور اب چونکہ وہ ملازمت میں نہیں تھے... لہٰذا اس وقت ان سب کی تنخواہ ان کے ذمے ہو گئی تھی۔

انہیں اچھی طرح ہدایات دے کر پروفیسر داؤد کی ہدایت کے مطابق اور آگے بڑھے... یہاں تک کہ انہوں نے انگلی کے اشارہ سے بتایا:

"جمشید... وہ زرد رنگ کی عمارت ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔"

"بہت خوب۔"

اس وقت آئی جی صاحب اپنی ذاتی کار میں سادہ لباس میں ان کے برابر پہنچ گئے...

"ہاں جمشید... سناؤ۔"

"وہ سامنے زرد رنگ کی عمارت میں تنظیم R کے کارکن موجود ہیں۔ یہ مجھے نہیں معلوم کہ ان کا سرغنہ بھی ان میں موجود ہو گا یا نہیں۔"

"یہ کیا کم بات ہے کہ ہم ان کے کارکنوں کو گرفتار کرنے کے قابل ہو گئے ہیں... آج تک تو اتنا بھی نہیں ہوا تھا... تمہارا بہت بہت شکریہ جمشید... اب تم یہاں سے چلے جاؤ... کوئی آفیسر تمہیں یہاں دیکھ لے گا تو الجھن پیدا ہو جائے گی..."

"میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں... آپ فکر نہ کریں۔" انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

اور پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ اس حد تک دور آ گئے کہ کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا... دیکھ بھی لیتا تو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ وہاں تنظیم R کے سلسلے میں موجود ہیں... جب کہ ان کی خفیہ فورس کے کارکن سادہ لباس میں خفیہ جگہوں پر اس عمارت کے آس پاس بدستور موجود تھے... انہوں نے انچارج کو فون پر ہدایات دی اور فون بند کر دیا...

"تنظیم R کے کارکن اگر گرفتار ہو جاتے ہیں تو اس سے ہمارے کیس پر کیا فرق پڑ جائے گا ابا جان! سہراب خان گوریچہ نے خود کو سامنے لا کر تو ان سے یہ کام لیا نہیں ہو گا اور ابھی تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان کا تعلق اس معاملے سے ہے بھی یا نہیں۔"

"تعلق تو خیر ہے... دیکھنا یہ ہے کہ کیا تعلق ہے..."

جلد ہی انہوں نے خطرے کے الارم بجتے سنے...

"لو بھئی... شاید آپریشن ناکام ہو گیا.. R کے لوگ بھاگ نکلے۔"

"اوہ! اب کیا ہو گا۔"

"اب... ہمارے کارکن حرکت میں آ چکے ہوں گے... ان کی طرف سے بہت جلد اطلاع ملے گی۔"

"خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

ان کا خیال درست نکلا... آدھ گھنٹے بعد خفیہ فورس کے انچارج کا فون موصول ہوا، وہ پرجوش لہجے میں کہہ رہا تھا:

"سر مبارک ہو... آئی جی صاحب کی فورس سے R تنظیم کے لوگ بچ نکلے تھے، لیکن... ہم نے انہیں چھاپ لیا اور اب وہ خفیہ عمارت نمبر 1 میں ہیں۔"

"واہ... یہ کام کیا ہے... میں آ رہا ہوں... پوری طرح چوکس رہو۔"

"آپ فکر نہ کریں... ان شاء اللہ یہ فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

وہ اسی وقت عمارت نمبر 1 کی طرف روانہ ہو گئے... یہاں تک کہ عمارت میں داخل ہو گئے... اس وقت یہ عمارت خفیہ فورس کے تمام کارکنوں کی زبردست نگرانی میں تھی... خفیہ کارکنوں نے خفیہ جگہوں پر پوزیشن سنبھال رکھی تھی... انچارج نے ان کا استقبال مسکرا کر کیا اور انہیں اندر لے آیا... بجلی کی جدید ترین کرسیوں پر پانچ کارکن جکڑے ہوئے نظر آئے... انسپکٹر جمشید نے جونہی انہیں دیکھا... اچھل پڑے:

☆☆☆☆☆

اُلجھن

"بہت خوب! یہ تو وہی پانچوں ہیں، جنہوں نے ساجدہ نیاز کو قتل کیا ہے۔"

"آپ... آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"ان کے پیروں میں اس وقت بھی وہی جوتے ہیں جو ان لوگوں نے واردات کے وقت پہنے ہوئے تھے... فرش پر موجود نشانات کو دیکھ لو۔"

نشانات دیکھتے ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ ان کے والد کا اندازہ بالکل درست ہے۔ اب وہ اکرام کی طرف مڑے:

"کیا کہتے ہیں یہ؟"

"ان کا کہنا ہے... کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا... ہاتھ جوڑ جوڑ کر ہمیں رہا کیا جائے گا۔" اکرام بولا۔

"ساجدہ نیاز کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"یہ اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتے..."

"ہوں... کس دو پھر انہیں شکنجے میں۔"

انہیں شکنجے میں کس دیا گیا... وہ پانچوں تو لگے چیخنے... لیکن جلد

ہی انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا... آپ ہماری زبان نہیں کھلوا سکیں گے۔"

"لیکن میرا خیال ہے، تم سب کچھ بتاؤ گے۔"

"پولیس ابھی آجائے گی اور آپ ہمیں رہا کرتے نظر آئیں گے۔" ان میں سے ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے۔"

"اس طرح کہ آپ کو تو ملازمت سے ویسے ہی فارغ کر دیا گیا ہے... اور کیا بھی ہے... اس کے حکم پر جس کے لیے ہم آج کل کام کر رہے ہیں... لہٰذا وہ ہمیں چھڑانے کی پہلی فرصت میں کوشش کریں گے... اور آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا... کیا سمجھے۔"

"تو یہ بات ہے... تم لوگ سہراب خان گوریچہ کے لیے کام کر رہے ہو۔"

"ہم نے یہ نہیں کہا۔" دوسرے نے برا سا منہ بنایا۔

"کہا تو نہیں... لیکن مطلب یہی نکلتا ہے۔"

"نکالتے رہیں مطلب... اس سے ہمیں عدالت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا... وہاں اصل کام وکیل کرتے ہیں... اور ہمارے باس کے لیے ایک سے ایک وکیل دن رات ایک کرنے کے لیے تیار ہیں۔" تیسرا بولا۔

"خوب خوب! تو اس عورت یعنی ساجدہ نیاز کو تم نے اس کے حکم پر قتل کیا ہے۔"

"ہم نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا۔"

"پھر تمہارے انکار سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا... اس لیے کہ

تمہارے جوتوں کے نشانات اور بہت سی چیزوں کے نشانات ہمارے پاس محفوظ ہیں اور کمرۂ امتحان کے فرش پر جو نشانات اس وقت ہیں، وہ بالکل وہی ہیں... لہٰذا میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ قتل تم نے کیا تھا اور اس کو عدالت میں ثابت کرنا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے... سہراب خان گوریچہ کا کوئی وکیل تمہیں نہیں بچا سکتا... ہاں ایک صورت ہے... تمہارے لیے نرم سزا عدالت سے دلوائی جا سکتی ہے... اور وہ یہ کہ تم سلطانی گواہ بن جاؤ... صاف صاف بیان عدالت میں دینے کا اقرار کر لو... اور اپنا بیان یہاں بھی ریکارڈ کروا دو یہ تو ہم جانتے ہیں کہ اس عورت کو تمہیں نے قتل کیا ہے... اور کیا بھی ہے سہراب خان کے کہنے پر... لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ اس نے اس عورت کو کیوں قتل کرایا ہے... بس تم یہ بتا دو... ہم تمہارے لیے نرم سزا کی سفارش کر دیں گے اور بس اس سے زیادہ میں وعدہ نہیں کرتا... اب تم جانو تمہارا کام۔"

"آپ بھول میں ہیں انسپکٹر صاحب... ہم وہ نہیں جو اپنے باس کا ساتھ چھوڑ دیں... اس کی طرف سے ہمارے لیے مدد بس آیا ہی چاہتی ہے۔"

"خیر! اب تمہاری خوش فہمی بھی دور کیے دیتا ہوں... یہ کوئی پولیس اسٹیشن نہیں ہے... نہ یہ میرے دفتر کا کوئی کمرۂ امتحان ہے... بلکہ..." یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے...

"بلکہ کیا؟" پہلی بار ان کے رنگ اڑتے نظر آئے۔

"یہ ایک خفیہ عمارت ہے... میں نے ایسی تین عدد عمارتیں اس شہر میں بنا رکھی ہیں... جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا ہے تو پھر میں ایسا کرتا ہوں... جیسا تمہارے ساتھ کیا ہے... میرا مطلب یہ کہ کسی کو کانوں کان پتا نہیں کہ تم لوگوں کو کہاں لایا گیا ہے... پولیس اور سہراب خان کے کارندے سارے شہر

میں تم لوگوں کو تلاش کرتے تھک جائیں گے... لیکن تمہیں تلاش نہیں کر سکیں گے... تم اصل بات بتاؤ یا نہ بتاؤ... وہ تو ہم ویسے بھی معلوم کر لیں گے۔''

اس مرتبہ وہ خاموش رہے... ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا... گویا انسپکٹر جمشید کی باتیں ان پر اثر انداز ہو رہی تھیں...

''تم لوگ سوچ لو... جوں جوں وقت گزرے گا... تم سہراب خان کی طرف سے مدد ملنے کی امید کھوتے جاؤ گے اور میری بات ماننے پر خود کو مجبور پاؤ گے... لہٰذا ہم چلتے ہیں...'' یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید جانے کے لیے مڑ گئے... ایسے میں ان میں سے ایک نے کہا:

''ہم آپ کی بات مان بھی لیں... تو بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونک کر مڑے۔

''مطلب یہ کہ اگر ہم یہ اقرار کر لیں کہ آج کل ہماری تنظیم کی مقامی شاخ کو سہراب خان کوریجہ نے بک کر رکھا ہے... اور وہ ہم سے دھڑا دھڑ کام لے رہے ہیں... اس عورت کو قتل کرنے کا حکم بھی اس نے دیا تھا... لیکن افسوس!''

''کس بات پر؟''

''اس بات پر کہ یہ کسی کو بھی معلوم نہیں... سہراب خان نے اس عورت کو کیوں قتل کرایا ہے۔''

''میں تمہاری اس بات کو مان لیتا ہوں... ضرور ایسا ہوگا... ظاہر ہے... وہ اپنا راز تم لوگوں کو کیوں بتانے لگا... لیکن جتنی بات تم نے بتائی ہے... اس کا اقرار تو تم عدالت میں کرو گے نا۔''

''ہاں بالکل۔''

''اچھی بات ہے... بیان ریکارڈ کرا دو... اس کے بعد تم لوگوں کو قانون کے حوالے کر دیا جائے گا... اگر تم عدالت میں اپنے بیان پر قائم رہے... تو تمہارے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا... ورنہ قاتل تو ہم تمہیں ویسے بھی ثابت کر دیں گے اور تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے۔''

یہ کہ کر وہ نمبر 1 کی طرف مڑے:

''ان کا الگ الگ بیان ریکارڈ کر لو... اس کے بعد ہم آئی جی صاحب سے بات کریں گے۔''

''بہت بہتر۔''

وہ وہاں سے نکل آئے... جلد ہی انہیں اطلاع مل گئی کہ بیانات ریکارڈ ہو گئے ہیں... اب انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... ان کی آواز سن کر بولے:

''کیا رہا سر۔''

''بہت افسوس ہوا جمشید...... R کے کارکن فرار ہو گئے... تمہاری اطلاع بالکل درست تھی۔''

''میرے پاس آپ کے لیے ایک خبر ہے سر۔''

''اور وہ کیا...''

''میرے آدمی وہاں آس پاس موجود تھے... جب وہ فرار ہو رہے تھے تو انہوں نے اپنا کام دکھا دیا۔''

''کیا مطلب۔'' آئی جی صاحب پر جوش لہجے میں پکار اٹھے۔

''جی ہاں سر... ان پانچوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔''

''اور وہ... وہ کہاں ہیں۔''

''میرے خفیہ ٹھکانے نمبر ایک پر۔''

''اوہ... بہت خوب... مزہ آ گیا۔''

''اس سے بھی زیادہ مزے کی بات یہ ہے سر کہ انہوں نے اس عورت ساجدہ نیاز کے قتل کا اقرار کر لیا ہے۔''

''اوہ اچھا... تم تو کمال کر رہے ہو جمشید۔''

''ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں... انہوں نے اقرار کیا ہے کہ آج کل ان سے سہراب خان گوریچہ کام لے رہے ہیں اور اس عورت کا قتل ان کے حکم پر کیا گیا ہے۔''

''نن... نہیں... نہیں۔'' وہ چلا اٹھے۔

پھر کتنے ہی لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے... آخر ان کی آواز ابھری:

''کیا یہ بات اسی طرح ہے جمشید۔''

''جی بالکل... آپ پسند کریں تو خود ان سے ملاقات کر لیں۔''

''ہاں جمشید... میں ایسا کرنا پسند کروں گا... میں آ رہا ہوں... کیا تم وہیں موجود ہو۔''

''جی ہاں سر... تشریف لے آئیں۔''

یہ تینوں ٹھکانے اگرچہ انسپکٹر جمشید کے ذاتی تھے... لیکن آئی جی صاحب کو ان کے بارے میں معلوم تھا... وہ جلد ہی وہاں پہنچ گئے... ان کی ملاقات ان پانچوں سے کرائی گئی... انہوں نے اپنا بیان انہیں بھی سنا دیا...

''دیکھ لو... تم عدالت میں اپنے بیان سے پھر تو نہیں جاؤ گے۔''

''جی نہیں... اگر آپ لوگ ہمارے لیے نرم سزا کی سفارش کرنے کا وعدہ کرتے ہیں تو ہم اپنا بیان نہیں بدلیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے کہا اور انسپکٹر جمشید کی طرف مڑے:

''لیکن جمشید... سوال تو یہ ہے کہ سہراب خان کو اس عورت کی طرف سے کیا خطرہ تھا... کیا خوف تھا... کہ وہ اسے قتل کرانے کا جرم کر بیٹھے... اب ظاہر ہے، ان کا یہ جرم تو سامنے آ کر رہے گا اور ان کا سارا کردار ختم ہو جائے گا... انہوں نے ایسا کیوں کیا۔''

''بس سر... اس کیس میں یہی معلوم کرنا باقی ہے... اور ہم اب اسی سلسلے میں کوشش شروع کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے جمشید... اگرچہ تم اس وقت ملازمت میں نہیں ہو... پھر بھی اس کیس کو تم ہی حل کرو گے... صدر صاحب جلد ہی اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے سر... آپ فکر نہ کریں...''

اب وہ گھر آئے... انسپکٹر جمشید نے ہسپتال کا وہ رجسٹر نکالا جس میں سہراب خان کے ہاں بیٹے کی پیدائش درج تھی... اور اسی دن رجسٹر میں ایک شخص سراج دین کے ہاں مردہ بچے کی پیدائش درج تھی... رجسٹر میں یہ اندراج پڑھ کر ہی انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ دراصل مردہ بچہ پیدا ہوا تھا سہراب خان کے ہاں، لیکن اس کی جگہ سراج دین کا بیٹا رکھ دیا گیا اور سراج دین کی بیوی کی گود میں مردہ بچہ رکھ دیا گیا لیکن... یہ سلسلہ اس جگہ آ کر ٹھپ ہو گیا تھا جب انہیں معلوم ہوا تھا کہ سراج دین کے ہاں تو بیٹا موجود ہے... اس کے ہاں تو مردہ بچہ پیدا ہوا ہی نہیں تھا... اور اب وہ قاتلوں کی گرفتاری کے بعد سے

سرے سے اس رجسٹر کو دیکھ رہے تھے... لیکن مشکل یہ تھی کہ ہسپتال کے رجسٹر میں اس تاریخ کو کسی اور کے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوا تھا... اور یہاں آکر ان کی تفتیش کی گاڑی بالکل ہی رک گئی... وہ سب شدید الجھن میں مبتلا ہو گئے... ان کی الجھن کی وجہ یہ بھی تھی کہ سہراب خان کا وکیل بہت زوردار انداز میں ان سے یہ سوال ضرور کرتا کہ آخر سہراب خان کو اس عورت کو قتل کرانے کی کیا وجہ تھی... کیا خوف تھا جس نے اسے یہ کام کرنے پر مجبور کیا۔ یہی ان کی الجھن تھی... وہ سوچ میں ڈوب گئے... بلکہ سوچ کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ آخر فرزانہ زور سے اچھلی... اسے ایک زوردار خیال آیا تھا... پھر اس کا خیال سن کر وہ بھی زور سے اچھل پڑے۔

وہ اسی وقت سراج دین کی طرف روانہ ہو گئے...... سراج دین نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا...

"خیر تو ہے صاحبان... آپ لوگ پھر غریب خانے پر نظر آرہے ہیں۔"

"آپ اس وقت ہمیں اپنے بیٹے سے ملوانا چاہتے تھے... لیکن ہم ملے بغیر چلے گئے تھے... لیکن اب ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں..."

"میں ابھی اسے بلا کر لے آتا ہوں..."

یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا... واپس لوٹا تو بیٹا ساتھ تھا... اسے دیکھتے ہی وہ اس قدر زور سے اچھلے کہ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے:

☆☆☆☆☆

موت کا خوف

وزیر اعلیٰ کے فون کی گھنٹی بجی۔ ان کے عملے کو بتایا کہ آئی جی صاحب ایک بہت فوری نوعیت کے معاملے پر بات کرنا چاہتے ہیں... جلد ہی وزیر اعلیٰ کی آواز سنائی دی... تب آئی جی صاحب بولے...

"سر! یہ بات سہراب خان گوریجہ صاحب کے سلسلے میں ہے... ایک بہت خوفناک بات سامنے آئی ہے... مہربانی فرما کر آپ ان سے میری ملاقات طے کرا دیں..."

"اچھی بات ہے... میں ان سے کہتا ہوں اور پھر آپ کو بتاتا ہوں۔"

اس کے دس منٹ بعد آئی جی صاحب کو پیغام ملا کہ وہ سہراب خان سے خود بات کر سکتے ہیں۔ اب انہوں نے سہراب خان کے نمبر ملائے، فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم! میں فوری طور پر آپ سے ایک اہم ترین سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں... بہتر تو یہ رہے گا کہ آپ میرے دفتر میں تشریف لے آئیں۔"

"مجھے افسوس ہے... میں نہیں آسکوں گا اور نہ اس وقت آپ کو

ملاقات کے لیے بلا سکتا ہوں... ویسے آپ اشارۃً بتا دیں... کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"بات بہت خفیہ ہے... اشارہ کر رہا ہوں... ساجدہ نیاز۔"

"کیا مطلب... میں آ رہا ہوں... آپ اپنے دفتر میں ٹھہریں۔"

ادھر سے سخت لہجے میں کہا گیا اور ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا... آئی جی صاحب مسکرا دیے... انہوں نے انسپکٹر جمشید کو فون کیا... ادھر سے انہوں نے کہا...

"فکر نہ کریں... ہم آ رہے ہیں۔"

بیس منٹ بعد سہراب خان گوریچہ ان کے سامنے موجود تھے:

"ہاں! بتائیے... کیا بات ہے۔"

"انسپکٹر جمشید کو آپ کے دباؤ پر معطل کر دیا گیا ہے... انہوں نے ایک شہری کی حیثیت سے آپ پر الزام عاید کیا ہے کہ آپ نے سول ہسپتال کی ملازم نرس ساجدہ نیاز کو "R" تنظیم کے پانچ کارکنوں کے ذریعے قتل کرایا ہے... ان کے پاس اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت موجود ہیں... وہ خاتون اگرچہ لاوارث تھی... لیکن اس کی دو پڑوسی عورتوں نے اس کا مقدمہ عدالت میں لڑنے کا فیصلہ کیا ہے، انسپکٹر جمشید ان کی وکالت کریں گے۔"

"کیا مطلب... کیا انسپکٹر جمشید وکیل بھی ہیں۔" سہراب خان نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں جناب! وہ بہت ہی اچھے وکیل ہیں... اگر وہ سراغرسانی کا پیشہ اختیار نہ کر لیتے تو ملک کے نامور وکیل ہوتے... اب فرمائیے! آپ کیا کہتے ہیں... میرا مشورہ تو یہ ہے کہ کیوں نہ ہم انہیں یہاں اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیں... دیکھیں تو سہی... وہ کیا کہتے ہیں، ان کے پاس کیا ثبوت ہے... ان کی موجودگی میں ہمیں خوف محسوس کرنا چاہیے یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے... آپ انہیں بلا لیں... وہ کتنی دیر میں آ جائیں گے۔"

"صرف پندرہ منٹ لگیں گے... آپ اجازت دیں تو میں فون کر لوں۔"

"ٹھیک ہے... آپ انہیں فون کریں۔"

انہوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... ان سے بات کی اور فون بند کر دیا... جلد ہی انسپکٹر جمشید اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں موجود تھے... علیک سلیک کے بعد جب سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو آئی جی بولے:

"ہاں جمشید... اب یہاں سہراب خان گوریچہ صاحب بھی موجود ہیں... لہٰذا تم اپنی بات کرو۔"

"جی اچھا... میں شروع کرتا ہوں... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! آج سے دس سال پہلے 7 جولائی کی رات کو سہراب خان گوریچہ صاحب اپنی بیوی کو ہسپتال لائے۔ انہیں الگ کمرے میں داخل کرایا۔ ان کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا تھا... ان سے بڑی ان کے ہاں ایک بیٹی تھی... ڈیڑھ دو سال کی۔ وہ بھی آپریشن سے ہوئی تھی اور ڈاکٹر صاحبان نے انہیں بتایا تھا کہ دوسرا بچہ بھی آپریشن سے ہوگا... اور اس کے بعد آپریشن کی کوئی گنجائش نہیں رہ جائے گی، اس لیے بس ان کے ہاں صرف دو ہی بچے ہو سکیں گے۔

اب سات جولائی کو ہوا کیا... ان کے ہاں مردہ بچہ پیدا ہوگیا... ان کے تو ہوش اڑ گئے... گویا وہ نرینہ اولاد سے محروم ہو گئے تھے... وہ خود تو یہ صدمہ برداشت کر لیتے لیکن ان کی بیگم برداشت نہیں کر سکتی تھیں... کیونکہ انہیں بیٹے کی زبردست خواہش تھی... انہوں نے یہ مسئلہ نرس ساجدہ نیاز کے سامنے

رکھا... اس رات ہسپتال کے اس وارڈ میں صرف وہ ڈیوٹی پر تھی... اسی نے
کیس کیا تھا۔ سہراب خان گوریچہ صاحب نے نہ صرف اپنا مسئلہ اس کے سامنے
رکھا، بلکہ اسے اپنے بارے میں بھی بتایا اور کوئی بہت زبردست پیش کش کی کہ کسی
طرح اس مسئلے کو حل کر دے...

ہم ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ وہ پیش کش کیا تھی۔ ہوسکتا
ہے... سہراب خان نے کہا ہو کہ وہ اس سے شادی کرلیں گے... یا کوئی بڑی
رقم دینے کا وعدہ کیا ہو... بہرحال کوئی نہ کوئی بڑی پیش کش کی ہوگی... چنانچہ
نرس ساجدہ نیاز فوراً ہی گئی اور ایک بچہ لے آئی۔ مردہ بچے کی جگہ زندہ بچہ ان کی
بیوی کے پاس لٹا دیا گیا... تاکہ یہ ہوش میں آئیں تو انہیں خوش خبری سنائی
جائے... اس طرح وہ بچہ سہراب خان کے ہاں پلا... اب وہ دس سال کا ہو چلا
ہے... اس وقت سہراب خان اتنے بڑے اور مشہور سیاست دان نہیں تھے...
لیکن اب ان کی حیثیت ایسی بن گئی کہ اس عورت کی وجہ سے ان کے دل و دماغ
پر ایک خوف سوار ہو گیا۔ خوف یہ تھا کہ اگر کسی وقت عورت نے یہ راز ظاہر کر دیا
تو ان کی کامیاب سیاسی زندگی یک دم ختم ہو جائے گی... اس خوف کے سائے
نے ہر وقت ان کا پیچھا کرنا شروع کر دیا... اور آخر وہ ساجدہ نیاز کے قتل کے
اس گھناؤنے فیصلے پر عمل کرا بیٹھے... یہ ہے کل کہانی... ہم نے ان پانچوں
قاتلوں کو گرفتار کرلیا ہے اور انہوں نے اپنا جرم قبول کر لیا ہے... عدالت میں
ہمارے لیے اپنا کیس ثابت کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا...''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے... فوراً ہی سہراب خان گوریچہ کے
جسم میں حرکت ہوئی... وہ پھنکارے:

''یہ مجھ پر بہت ہی گھٹیا الزام لگایا گیا ہے... اس طرح کوئی الزام

ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا... میں انسپکٹر جمشید... بلکہ سابقہ انسپکٹر جمشید کو چیلنج کرتا
ہوں... وہ اس کیس کو عدالت میں لے جائیں... میرے وکیل وہاں ان کی
دھجیاں اڑا کر دکھا دیں گے۔''

''میں جانتا تھا... آپ یہی کہیں گے، لیکن آپ کو ایک بات معلوم
نہیں۔''

''اور وہ کیا؟''

''لے آؤ بھئی اندر۔'' انہوں نے ہانک لگائی۔

اکرام فوراً ہی ایک دس سال کے لڑکے کو لیے اندر داخل ہوا...
اسے دیکھتے ہی سہراب خان چلا اٹھے:

''یہ کیا... آپ میرے بیٹے صولت کو یہاں کیوں...'' ان کے
الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ ان کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... کیونکہ سہراب خان کا
بیٹا اتنے سادہ کپڑوں میں بھلا کیسے ہو سکتا تھا۔

''رک گئے آپ کہتے کہتے... لیجیے! میں کہانی پوری کیے دیتا ہوں...
اس روز ہسپتال میں ایک غریب آدمی سراج دین کے ہاں جڑواں بیٹے پیدا
ہوئے تھے... بس نرس ساجدہ نے ان میں سے ایک اٹھا کر سہراب خان کی بیگم
کے ساتھ لٹا دیا... تو جناب یہ ہے کہانی... سہراب خان ضرور کیس لڑیں... میں
جب عدالت میں ان دونوں بچوں کو پیش کروں گا تو میرا کیس آئینے کی طرح
ثابت ہو جائے گا... دوسری بات ...... دوسرا ثبوت جسے کوئی عدالت نہیں
جھٹلا سکے گی وہ ہوگا ان دونوں لڑکوں کا DNA ٹیسٹ جو یہ ثابت کر دے گا کہ یہ
دونوں لڑکے نہ صرف جڑواں بھائی ہیں بلکہ یہ بھی کہ سہراب خان گوریچہ نہیں بلکہ
سراج دین ان بچوں کا باپ ہے۔''

انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکرا رہے تھے...... دیکھتے ہی دیکھتے معاملہ بالکل واضح ہو گیا تھا۔ اور دوسری طرف انسپکٹر جمشید کے ان الفاظ کے ساتھ ہی مجرم کا سر جھک گیا... اس کی آنکھوں میں موت کا خوف سما گیا تھا۔ سہراب خان کا سیاسی کیریئر ساجدہ نیاز کی لاش کے ساتھ ہی دفن ہو چکا تھا۔

--------☆☆ختم شد☆☆--------

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk